50/=

داستانِ اسلام

حصۂ چہارم

بنو عباس

شیخ محمد اقبال ایم۔اے
گورنمنٹ کالج لاہور

علمی کتاب خانہ ○ اُردو بازار ○ لاہور

داستانِ اسلام

(حصہ چہارم)

بنو عباس

شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات) ایم اے (فلسفہ)

علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور

قیمت: 4/50

پیش لفظ

بنو عباس کی سرگذشت عبرت و موعظت کا ایک نادر مرقع ہے۔ اس دور کی کوئی کڑی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اسلام کے دوست اور دشمن سب اپنے پورے قد و قامت کے ساتھ صاف صاف نظر آتے ہیں۔ البتہ ان کو دیکھنے کے لیے ظاہر کی آنکھ ہی نہیں دل کی آنکھ کا بھی کشادہ ہونا ضروری ہے۔

ملتِ اسلامیہ میں ان علمائے تاریخ کی کمی نہیں رہی جن کو اللہ تعالےٰ نے دیدۂ بینا عطا کی۔ انھوں نے عہدِ رفتہ پر محققانہ نگاہ ڈالی، لیکن ہر دور کا نیا اسلوب اور جدید تقاضے ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں نئے سرے سے تاریخ اسلام کے تحقیقی مطالعہ کی ضرورت تھی تاکہ نہ صرف اپنے مورخین کا قیمتی سرمایہ نئی ترتیب کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ ان غلط فہمیوں کا تار و پود بھی بکھیرا جائے جو اغیار نے ہماری تاریخ کے بارے میں پیدا کی ہیں۔ الحمدُللّٰہ! اللہ تعالےٰ نے مجھ عاجز کو توفیق عطا فرمائی کہ اسلام کی تاریخ کو نئے زاویوں اور نئے انداز سے پیش کرنے کی سعی کروں۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ حق و انصاف کی بارگاہ کے سپرد ہے۔ بنو عباس کی داستان مرتب کرنے میں مجھے جس کاوش سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا ثبوت خود اس داستان کے اوراق مہیا کریں گے۔

یہ اوراق حقیقت پرست ذہن، درد مند دل اور بیدار نگاہ کے تعاون کا ثمرہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ شرفِ قبول عطا فرمائے۔

شیخ محمد اقبال ابن شیخ سکندر دینؒ

عنوانات

وزارت پائی۔ لیکن یہ درست نہیں۔ وہ وزیروں کا سا مرتبہ ضرور رکھتا تھا لیکن سرکاری طور پر اسے وزیر نہیں کہا جاتا تھا[1]

ابوجعفر عبداللہ بن محمد المنصور

۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ (۷۵۴ء تا ۷۷۵ء)

تعارف منصور ۹۵ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں سلامہ لونڈی تھی۔ اپنے بھائی سفاح سے عمر میں بڑا تھا

منصور کی پرورش مدینہ کے شہر میں ہوئی جو علم کا مرکز تھا۔ اس نے یہیں تعلیم پائی۔ اموی عہد میں اسے ایک بار قید بھی بھگتنی پڑی۔ ابوالعباس خلیفہ ہوا تو اسے آذربائیجان اور آرمینیہ کا گورنر مقرر کیا۔ مرنے سے پہلے اسے اپنا جانشین نامزد کر گیا[1]

خلافت سفاح کی وفات کے بعد منصور مکہ میں تھا۔ واپسی پر اثنائے سفر میں اسے سفاح کی موت کی خبر ملی اور رستہ ہی میں بیعت ہو گئی۔ ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ پہلے کوفہ آیا۔ بیعت لی اور پھر دارالخلافہ انبار میں چلا گیا اور انتظام و انصرام میں مشغول ہوا[2]

منصور نے خلافت سنبھالی تو اسے قدم قدم پر آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مشکلات اس قدر ہجوم کر کے اٹھیں کہ نرے حوصلہ اور خالی شجاعت سے کام نکالنا مشکل تھا۔ منصور نے فریب کا حربہ بھی اٹھایا۔ جہاں دیکھا کہ سیدھی طرح بات نہیں بنتی وہاں فریب اور دھوکے

---

[1] الفخری [1] ابن کثیر [2] ابن کثیر

نے حریف کو شکست دی یا اس کا کام تمام کر دیا۔

عبداللہ بن علی کی بغاوت - ۱۳۷ھ

منصور کو جس وقت خلافت کا مژدہ ملا وہ بہت فکر مند ہوا۔ ابو مسلم نے اس کے چہرے پر تفکر کے آثار دیکھے تو سبب پوچھا۔ منصور نے کہا کہ مجھے اپنے چچا عبداللہ بن علی کی طرف سے کھٹکا ہے۔ ابو مسلم نے کہا یہ معاملہ مجھ تک چھوڑیئے اور آپ بے فکر ہو جائیے[1]

منصور کا اندازہ صحیح نکلا۔ عبداللہ بن علی نے بغاوت کر دی۔ وہ شام کا گورنر تھا۔ سفاح کی موت کی خبر آئی تو اس نے اعلان کیا کہ سفاح نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مروان سے جنگ کر کے اس کا خاتمہ کر دو تو میں تمہیں اپنا جانشین کر جاؤں گا۔ بعض اصحاب نے عبداللہ بن علی کے اس دعوے کی تائید میں شہادت دی۔ اس کے پاس شام، جزیرہ اور خراسان کے جس قدر امراء تھے انہوں نے اس کی بیعت کر لی۔ وہ فوج لے کر عراق کی طرف روانہ ہوا[2]

ابو مسلم خراسانی عبداللہ بن علی کے مقابلہ پر چلا۔ عبداللہ کو علم ہوا تو اپنی خراسانی سپاہ کو اس اندیشے سے کہ ابو مسلم سے مل نہ جائے تہ تیغ کر دیا۔ سترہ ہزار خراسانی مارے گئے۔ نصیبین کے مقام پر لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ پانچ ماہ تک معرکے ہوتے رہے۔ شامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن ابو مسلم نے حربی لیاقت اور جرأت کا خوب ثبوت دیا۔ عبداللہ بھاگ نکلا اور بصرہ جا کر اپنے بھائی کے پاس جو وہاں کا والی تھا روپوش ہوگیا۔ منصور نے دو برس بعد ۱۳۹ ہجری میں اسے حیلے سے گرفتار کر لیا۔ اسے آٹھ برس بعد ۱۴۷ ہجری میں مروا دیا۔ قتل کی ترکیب یہ کی کہ نمک کی بنیاد پر ایک مکان تعمیر کروا کر عبداللہ کو اس میں رکھوایا۔ اس کے بعد بنیادوں میں پانی چھوڑ دیا۔ مکان گرا اور عبداللہ دب کر ہلاک ہو گیا[3]

ابو مسلم کا قتل - ۱۳۷ ہجری

ابو مسلم خراسان کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ ایران کا بیشتر حصہ ان دنوں خراسان کہلاتا تھا۔ اس میں ایران کے سب مشرقی اور شمالی علاقے شامل تھے۔ باشندے سخت جان اور جنگ آزما تھے۔

---

[1] ابن اثیر۔ [2] ابن اثیر، ابن کثیر، ذہبی۔ [3] ابن کثیر

منصور ایک مدت سے ابومسلم کے خون کا پیاسا تھا اور مناسب وقت کا منتظر تھا۔ اس کے مزاج میں شک اور احتیاط کا مادہ غالب تھا۔ اسے جس آدمی کی طرف سے ادنیٰ خدشہ بھی ہوتا تھا اسے ہلاک کیے بغیر چین نہیں [illegible]۔ ابومسلم خراسانی سے اسے چند در چند وجوہ کی بنا پر بہت خدشات تھے۔ مثلاً:

۱- ابومسلم کے عروج نے اس کا دماغ [illegible] بڑھا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ عباسی سلطنت میرے دم سے ہے۔ خلیفہ کو مجھ پر گرفت کرنے کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ منصور کو تو وہ سفاح کی زندگی میں خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔

سفاح ابومسلم کی بد دماغی سے بہت آزردہ تھا۔ لیکن اس نے ہمیشہ درگزر کیا منصور نے اسے دو بار ابومسلم کے قتل کی صلاح دی لیکن وہ ٹال گیا۔

۲- سفاح کے عہد میں ابومسلم کی رضا کے بغیر کوئی اہم کام طے نہیں ہوتا تھا۔ ان دنوں منصور نے سفاح کی منظوری سے ابن ہبیرہ سے صلح کی۔ ابومسلم نے نہ مانا اور سفاح کو لکھا کہ اسے قتل کر دو۔ منصور نے بار بار تحریر کیا کہ اس کا قتل بے فائدہ ہوگا لیکن سفاح مجبور تھا۔ ناچار منصور نے ابن ہبیرہ کو قتل کر کے بدعہدی کی شرم اٹھائی[1]

۳- ایک دفعہ ابومسلم سفاح کے پاس حاضر ہوا اور اسے سلام کیا۔ منصور بھی پاس بیٹھا تھا لیکن اسے سلام نہ کیا۔ سفاح نے ابومسلم کو توجہ دلائی اور کہا، یہ ابوجعفر منصور بیٹھے ہیں۔ ابومسلم بولا، اس جگہ فقط آپ کا حق [illegible][2]

۴- [illegible] کے آخری سال منصور اور ابومسلم [illegible] سفاح نے [illegible] مقرر کیا۔ ابومسلم نے [illegible][3]

۵- [illegible] ابومسلم کی شان [illegible] ابومسلم [illegible] منصور [illegible] کا شکار ہو گیا۔

---

[1] ابن [illegible] ص ۵۴، ۵۵ - [2] عیون الاخبار کتاب اول ص ۲۴ - [3] ابن اثیر

۶- واپسی کے سفر میں ابومسلم کی سواری منصور سے آگے آگے رہی۔ یہ بھی تہذیب کی گستاخی تھی۔

۷- اثنائے حج میں جب منصور حرم میں داخل ہوا تو جوتے اتار دئے۔ جب آیا تو ابومسلم سے کہا کہ میرے جوتے لا دو۔ وہ جوتے لایا لیکن منصور کو پہنائے نہیں۔ ایک اور شخص نے منصور کو فرش پر اسے جوتے پہنائے۔ منصور نے ابومسلم کی اس بے ادبی کو بھی دیکھا[1]

۸- راستہ میں جب سفاح کی موت کی خبر آئی تو ابومسلم نے ایک خط منصور کو لکھا۔ اس میں اسے خلافت کی تہنیت نہ دی۔ اگرچہ بعد میں بیعت کرلی لیکن منصور کے دل میں گرہ پڑ گئی۔

۹- جن دنوں ابومسلم عبداللہ بن علی کے خلاف شام میں مصروفِ جنگ تھا منصور کو ایک شخص نے شکایت لکھی کہ تمہارا خط ابومسلم کے پاس آتا ہے تو وہ اس کی ہنسی اڑاتا ہے[2]

۱۰- عبداللہ بن علی کی شکست کے بعد منصور نے ایک شخص ابوالخصیب نام کو غنیمت کے حساب اور دیکھ بھال کے لئے بھیجا۔ ابومسلم طیش میں آگیا اور ابوالخصیب کو قتل کرنا چاہا لیکن لوگوں نے سفارش کر کے بچایا۔ ابومسلم نے اس موقع پر کہا خون ریزی میں تو مجھ پر اعتماد ہوتا ہے لیکن اموال کے معاملہ میں مجھے خائن سمجھا جاتا ہے۔ اس نے منصور کو گالیاں بھی دیں۔

منصور نے ابومسلم کا صفایا کرنے کی ٹھان لی لیکن خراسانی فوج پر اس کا ایسا جادو تھا کہ اسے براہِ راست قتل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے منصور نے ایک ترکیب کی۔ ابومسلم ابھی شام میں تھا کہ اسے فرمان بھیجا کہ تمہیں بجائے خراسان کے شام اور مصر کا والی مقرر کیا جاتا ہے۔ خراسان میں جسے چاہو نائب کر دو اور خود شام میں مقیم رہو۔ اس طرح تم میرے قریب رہو گے۔ مجھے تمہارے قرب کی خواہش ہے۔ ابومسلم خراسان چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ شام سے خراسان کی طرف روانہ ہو گیا[3]

منصور نے دیکھا کہ ابومسلم کھل کر برخلاف ہو گیا ہے تو وہ بھی مستعد ہوا۔ اسے جب خبر ملی کہ ابومسلم نے خراسان کی طرف کوچ کر دیا ہے تو دارالخلافہ سے نکل کر مدائن چلا آیا۔

---

[1] عیون الاخبار کتاب اول صفحہ ۲۷ ۔ [2] ابن اثیر

یہ جگہ شاہ رود خراسان کے رستہ کے قریب تھی۔ مدائن سے اس نے ابو مسلم کو ایک خط لکھ کر بھیجا۔ ابو مسلم نے جواب میں لکھ کر بد زبانی سے فرمان بھیجا لیکن اس کے بعد منصور نے نرمی اور دلجوئی سے خط لکھے اور قابل اعتماد افراد کو بھیجا کہ کسی طرح اسے ... ادھر ابو مسلم کے نائب کو خراسان کی ولایت کا پروانہ بھیج دیا۔ وہ ابو مسلم سے منحرف ہو گیا۔ ناچار ابو مسلم نے مدائن چلنے کا فیصلہ کیا۔ شہر سے باہر بنو ہاشم امراء نے دولت اور عوام نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ منصور کے پاس حاضر ہوا تو وہ بھی نہایت خوش خلقی اور محبت سے پیش آیا۔[1]

چند روز بعد منصور نے ابو مسلم کو خیمہ میں بلا بھیجا اور پانچ آدمیوں کو مقرر کیا کہ اوٹ میں چھپ کر کھڑے رہیں۔ جب میں تالی بجاؤں تو آکر ابو مسلم کا کام تمام کر دینا۔ ابو مسلم حاضر ہوا تو منصور نے پہلے اس کی تلوار لے کر بستر کے نیچے رکھ دی اور سخت الفاظ میں عتاب کرنا شروع کیا کہ تم نے مجھ کو اس انداز سے خط لکھے جیسے کوئی کسی کو دین کی تعلیم دیتا ہو۔ مکہ کے سفر میں تم مجھ سے پیش پیش رہے۔ تم نے عبد اللہ بن علی کی لونڈی پر قبضہ کرنا چاہا۔ میرے حکم کے خلاف شام سے خراسان روانہ ہوئے۔ میری پھوپھی آمنہ کو نکاح کا پیغام دیا اور اپنے کو سلیط بن عبد اللہ بن عباس کا بیٹا بتاتے ہو۔ ابو مسلم ایک ایک سوال کا جواب دیتا گیا۔ اور کہا کہ مجھے ان الزاموں کا ہدف بنانا مناسب نہیں۔ میں نے تمہاری جو خدمت انجام دی ہے وہ سب ایک جانتا ہے۔ منصور نے کہا اگر اس کام کے لئے کوئی حبشی لونڈی بھی اٹھ کھڑی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہماری خاطر اسے کامیاب کر دیتا۔ اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کروں گا۔ ابو مسلم نے کہا، مجھے اپنے اعداء کے لئے زندہ رہنے دو۔ منصور بولا، تم سے بڑھ کر میرا عدو کون ہوگا۔ اس نے تالی بجائی۔ آدمی نکلے اور ابو مسلم پر تلواریں برسا دیں۔ منصور نے اس کی لاش پر چادر ڈلوا دی۔[2] ہرکارہ سونے کے توڑوں کے ساتھ اس کی سپاہ میں چھوڑ دیئے۔ سپاہ روپیہ لوٹنے میں مصروف ہو گئی اور کسی نے دھیان نہ دیا۔[3] اس کے بعد منصور نے لاش کے ٹکڑے کروا کر دجلہ میں ڈلوا دیے۔[4]

---

[1] ابن جریر۔ [2] ابن اثیر۔ [3] ذہبی۔ [4] ابن کثیر۔

۱۴۳ ہجری میں دیلمیوں نے سرکشی کی۔ منصور نے ان کی گوشمالی کے لئے ۱۴۴ ہجری میں ایک لشکر بھیجا جس نے انہیں زیر کیا۔[1]

ترکستانی ترکوں نے بھی نئے دور میں اسلامی حکومت کے خلاف فتنہ انگیزی کی۔ ختلی ختن ۱۴۲ ہجری میں ترکوں اور خزر نے آرمینیہ کے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ کچھ برس بعد انہوں نے پھر بغاوت کی۔ منصور نے ۱۴۷ ہجری میں ان پر فوج بھیجی۔ جبرئیل بن یحییٰ ... سب[2]

رومی مہمات

منصور کی تخت نشینی پر ابھی دو ہی برس گزرے تھے کہ شاہ روم نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ۱۳۸ ہجری میں اس نے ملطیہ فتح کر لیا اور اس کی فصیلیں گرا دیں۔ ۱۳۹ ہجری میں اسلامی فوجوں نے اسے واپس لے لیا اور ... تاہم چپقلش ختم نہ ہوئی اور منصور کو آئے دن رومی حکومت کے خلاف مہمات بھیجنی پڑیں۔ آخر شاہ روم عاجز آ گیا، اور ۱۵۵ ہجری میں اس نے جزیہ کی شرط پر صلح کی درخواست کی۔ کشیدگی پھر بھی نہ گئی۔ دو برس بعد اسلامی فوجوں کو رومی علاقوں کا پھر رخ کرنا پڑا۔ روم کے شہنشاہ نے ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی تو سکون ہوا۔ یہی سال منصور کی وفات کا بھی ہے۔[3]

راوندیہ کی بغاوت - ۱۴۱ ہجری

اصفہان کے قریب راوند ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس کے انتساب سے ۱۴۱ ہجری میں ایک انوکھا فرقہ نمودار ہوا جسے راوندیہ کہتے تھے۔ ان کے عجیب و غریب عقائد تھے۔ تناسخ کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ آدم کی روح ان کے لیڈر عثمان بن نہیک میں آ گئی ہے اور ہیثم بن معاویہ جبرئیل ہے۔ بادشاہ وقت کو پروردگار مانتے تھے کہ یہی کھلاتا پلاتا ہے۔ ایک دن ان کا چھ سات سو کا گروہ منصور کے محل کا طواف کرنے لگا اور پکارنا شروع کیا کہ یہ ہمارے پروردگار کا محل ہے۔ منصور نے ان کے سرغنوں کو جیل میں ڈال دیا۔ راوندیہ بگڑ گئے، جیل پر حملہ کر دیا، اور قیدیوں کو لے گئے۔ پھر منصور کا رخ کیا۔ اور اسے مارنے پر تل گئے حالانکہ اسے خدا مانتے تھے۔ منصور کے حامی جان نثاری نہ کرتے تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ اس

---

[1] ابن کثیر۔ ذہبی۔ [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر

نے ایک ایک راوندی کو مار دیا۔ مقتولوں میں ان کا قائد عثمان بھی تھا۔[1]
راوندیہ ابومسلم خراسانی کے عقیدت مند تھے۔[2]

استاذسیس کی بغاوت - ۱۵۰ ہجری

[illegible] ایک بلیغ [illegible]
کی خبر ملی۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ساتھی [illegible]
[illegible] کی تعداد چونکہ بڑھ کر تین لاکھ ہو گئی۔ [illegible] خراسان [illegible]
وہاں کے [illegible] دستہ نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن مار دیا۔ منصور [illegible]
فوج بھیجی جس نے بڑی مشکل سے استاذسیس کو شکست دی۔ اس کے ستر ہزار [illegible] مارے گئے
اور چودہ ہزار قید ہوئے۔ استاذسیس بھی کام آیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ استاذسیس کی بغاوت
ابومسلم کے انتقام کے لئے تھی۔[3]

اندلس ایک اُموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بنو عباس سے جان بچا کر
افریقیہ پہنچا۔ وہاں ایک جماعت فراہم کی اور اس کی مدد سے اندلس میں داخل
ہو کر قابض ہو گیا۔ اب یہ صوبہ عباسی مملکت سے کٹ گیا۔

محمد نفس زکیہ کا مقابلہ ۱۴۵ ہجری میں امام محمد بن عبداللہ بن [illegible]
علی نے منصور کے خلاف پرچم بلند کیا۔ آپ [illegible]
[illegible] تھے۔ آپ زہد و اتقا اور پاکیزگی کا پیکر تھے۔ [illegible] النفس
الزکیۃ یعنی پاکیزہ روح کہلاتے تھے۔
[illegible] کے آخری ایام میں ایک رات بنو ہاشم نے [illegible]
بعض [illegible] بھی موجود تھے۔ انہوں نے اس موقع پر امام محمد نفس زکیہ کی بیعت کی۔ بیعت
کرنے والوں میں سفاح اور منصور بھی تھے۔ البتہ امام جعفر صادق موجود نہ تھے۔[4] جب

۱؎ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔ ۲؎ النجوم الزاہرہ ۱۳۶ھ ۳۳۷۔ ۳؎ النجوم الزاہرہ میں استاذسیس
ہے۔ ۴؎ عبیداللہ المہدی از حسن ابراہیم ص ۲۳۔ ۵؎ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔ الفخری۔

بالآخر دونوں بھائیوں نے روپوشی ترک کی اور علانیہ میدان میں آگئے۔ کہتے ہیں کہ امام محمد نے مہدی کا لقب اختیار کیا کیونکہ ایک حدیث ہے کہ میرے بعد میرا ہم نام ایک شخص محمد بن عبداللہ اٹھے گا جو مہدی ہوگا۔[1] منصور کے بھی ایک بیٹے کا نام یہی تھا۔ اس کو بھی منصور نے مہدی کا لقب دیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہ بھی محمد بن عبداللہ (منصور) تھا۔ اس کو کسی نے مہدی نہ مانا لیکن امام محمد کو مہدی ماننے والوں کی کمی نہ تھی۔

امام محمد نے مدینہ میں اعلان بغاوت کیا۔ مدینہ کی اکثریت نے آپ کی بیعت کی۔ شہر پر آپ کا قبضہ ہوگیا۔ رباح حاکم مدینہ کو آپ نے گرفتار کرلیا۔ امام مالک اور ابوحنیفہ نے آپ کے حق میں فتوے دئے۔ آپ نے مکہ پر بھی فوج بھیج کر قبضہ کرلیا۔ الغرض حجاز، یمن اور جدہ کے علاقے آپ کے مطیع ہوگئے۔ سندھ کا حاکم بھی خفیہ طور پر آپ سے مل گیا۔ آپ نے اہل شام کو بھی بیعت کی دعوت بھیجی لیکن انہوں نے غیر جانبدار رہنے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ ہم جنگوں سے عاجز آچکے ہیں۔[2]

منصور نے نفس زکیہ کے حالات سنے تو جان کے لالے پڑ گئے لیکن جی سنبھالا و عدیم المثال سکون و متانت کا ثبوت دیا۔ اس نے جناب محمد کو لکھا کہ اگر تم میری بیعت کرلو تو تمہیں امان دے دوں گا اور تمہاری سب ضروریات پوری کردوں گا۔ امام محمد نے جواب میں لکھا کہ میں بھی تمہیں امان پیش کرتا ہوں۔ میرا حق تسلیم کرلو۔ [illegible][3]

منصور کو مشیروں نے صلاح دی کہ محمد کے مقابلہ پر اپنے کسی شخص کو بھیجو جو خاندانی [illegible] اور [illegible] ہو۔ منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو دس ہزار منتخب سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔[4] عیسیٰ کو اس مہم پر بھیجنے کی ایک اور مصلحت یہ تھی کہ وہ منصور کے بعد وارث تخت تھا۔ اگر وہ جنگ میں کام آجاتا تو منصور کے لئے اپنے بیٹے مہدی کی ولی عہدی کا راستہ صاف تھا۔[5] منصور نے عیسیٰ کو ہدایت کی کہ نفس زکیہ پر فتح پالو تو تلوار نیام میں کرلینا اور امان

---

[1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر، ابن اثیر، دحلان، ابن خلدون۔ [3] ابن کثیر۔
[4] ابن کثیر۔ [5] دول الاسلام ذہبی۔

فوج واپس آگئی اور اس نے رات فوجِ ابراہیم پر حملہ کیا۔ اس کے ساتھی منتشر ہوگئے جب لڑائی ہوئی تو
صرف پانچ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں رہ گئے۔ ان میں سے بھی بہت کم باقی رہے
ابراہیم نے بے جگری سے جنگ کی اور شہادت پائی۔ عیسیٰ نے منصور کو فتح کا مژدہ بھیجا۔ منصور
کو اُس وقت تک یقین نہ آیا جب تک کہ جناب ابراہیم کا سر نہ پہنچ گیا۔ یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ کا ہے۔
بصرہ کے جن جن گھروں میں ابراہیم کی بیعت ہوئی تھی منصور نے انہیں مسمار کرا دیا اور ان کے
نخلستان برباد کروائے [1]

عبداللہ بن محمد کی شہادت

امام محمد کے ایک فرزند عبداللہ نام نے سندھ جاکر وہاں کے گورنر کو اپنا ہمدرد بنا لیا تھا۔ وہ بظاہر
منصور کا تابع رہا۔ جب امام محمد کی وفات کی خبر آئی تو اس نے جنابِ عبداللہ کو ایک ہندو راجہ
کی پناہ میں بھیج دیا۔ منصور نے سندھ میں ایک نیا گورنر بھیجا جس کے ایک دستہ سے عبداللہ کا
کہیں سامنا ہوگیا۔ تلوار چل نکلی اور عبداللہ کام آئے۔ اس کے بعد سندھ کے والی نے ہندو
راجہ پر چڑھائی کی اور اس کے علاقہ کو تاراج کیا [2]

ولی عہدی میں تغیّر

سفاح منصور کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ منصور نے چاہا کہ اسے الگ کرکے اپنے بیٹے مہدی
کو ولی عہد کرے۔ اس نے عیسیٰ کو رستہ سے ہٹانے کے لئے ایک چال چلی۔ اپنے چچا عبداللہ بن علی
کو گرفتار کرنے کے بعد اس کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کردینا۔ عیسیٰ کو ہواخواہوں نے مشورہ
دیا کہ اگر تم نے عبداللہ کو قتل کیا تو کل منصور تمہیں یہ کہہ کر ہلاک کردے گا کہ میں نے تمہیں قتل کا حکم نہیں
دیا تھا۔ عیسیٰ نے اس رائے کو قبول کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد منصور نے چند آدمیوں کی موجودگی میں عیسیٰ سے
کہا کہ میں نے عبداللہ کو معاف کردیا ہے اسے میرے سامنے پیش کرو۔ عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے
اسے آپ کے حکم سے مار ڈالا تھا۔ منصور بولا کہ میں نے تمہیں اس کو مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا تھا۔
منصور نے عیسیٰ کے قتل کا فرمان دیا تو عیسیٰ نے عبداللہ کو حاضر کردیا اور جان بچالی۔ اس کے

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر صفحہ ۱۰۳۔ ابن اثیر صفحہ ۲۷۳۔ [3] ابن کثیر سنہ ۱۵۱ھ ج ۱۰ صفحہ ۱۰۸

بعد منصور نے عیسیٰ کی ولی عہدی منسوخ کر دی۔ عیسیٰ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ منصور نے اس کی تحقیر و تذلیل برنی شروع کی اور دھمکیاں دیں۔ مجبوراً عیسیٰ نے ولی عہدی سے دست بردار ہو کر عوض میں کچھ رقم لے لی۔ مہدی خواص و عوام میں بہت مقبول تھا۔ لوگوں نے نہایت گرم جوشی سے اس کی بیعت کی۔ اس کے بعد جس قدر عباسی خلیفہ ہوئے منصور کی نسل سے تھے [1] منصور نے مہدی کے بعد عیسیٰ کو ولی عہد رکھا۔

وفات منصور ۱۵۸ ہجری میں حج پر روانہ ہوا۔ راہ میں بیمار پڑ گیا۔ مکہ کی حدود میں پہنچا تو جان دے دی۔ وہیں دفن ہوا [2] آج اس کی قبر کا نشان بھی نہیں ملتا۔

منصور کے عہد پر تبصرہ

منصور کی بیدار مغزی، کار آگاہی اور حسنِ انتظام کو دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کارفرمائے قدرت نے اسے جہاں بانی کے لئے ہی پیدا کیا تھا۔ سفاح کا عہد عبوری اور مختصر تھا۔ عباسی حکومت کا حقیقی بانی منصور ہی نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس نے حکومت کی بنیادوں کو خوب پختہ اور مرتب کیا۔ وہ اختراعی ذہانت سے مالا مال تھا۔ اس نے ایک اچھوتا اور خوش آیند نظام قائم کیا۔ نئے قواعد بنائے اور دنیا کو دروبست کے جدید انداز سے آشنا کیا۔

منصور کی روشن طبعی کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک بار اس نے ایک جنگی مہم پر قنسرین جانے کا ارادہ کیا لیکن منزلِ مقصود سب ارکانِ حکومت سے پوشیدہ رکھی۔ اس کے وزیر اور دیگر زعماء نے باہم مشورہ کیا اور منزل کا راز معلوم کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ منصور کے پاس حاضر ہوا اور حیلہ کرنے [illegible] شخص کی۔ منصور تاڑ گیا۔ اس نے محض ندامت سے اس کو ان کی مجلس کی تمام کارروائی بتا دی گویا وہ خود وہاں موجود تھا [3]

منصور نے اپنے اطوار و کردار سے عمّال کے ذہنوں میں یہ بات پختہ کر دی تھی کہ اس کی

---

[1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر۔ [3] کتاب الوزراء جہشیاری

لک دارانہ صلاحیتوں اور حاکمانہ گرفت سے سر نکالنا مشکل ہے۔ منصور اپنے ارکانِ دولت اور عمائدِ سلطنت کی اہلیت سے خوب کام لیتا تھا۔ وہ حکومت کے امور میں ان سے مشورہ کرتا تھا لیکن اپنی آہنی شخصیت کے جلال سے انہیں مرعوب کر رکھا تھا تاکہ وہ خود فریبی اور خود سری پر نہ اتر آئیں۔

ذاتی انہماک

منصور کو کاروبارِ سلطنت میں دن بھر انہماک رہتا تھا۔ عشاء کے بعد دیر تک جاگتا تھا۔ اس وقت ڈاک کا مطالعہ کرتا اور احکام صادر کرتا تھا۔ رات کا صرف تہائی حصہ سوتا تھا۔[1]

رعب وضبط

منصور کی ہیبت امرائے سلطنت ہی پر نہیں کل رعیت پر چھائی ہوئی تھی باغیوں کو دردناک سزائیں دیتا تھا۔ بنو عباس اچانک مسندِ خلافت پر پہنچے تھے۔ اس سے قبل ان کی حیثیت اس قدر ممتاز نہ تھی۔ اس لئے وقار کو مضبوط کرنے کے لئے منصور نے رعب و جلال کا شیوہ اختیار کیا تاکہ نہ صرف آلِ علیؓ اور بنو امیہ مرعوب ہو جائیں بلکہ دیگر کسی فریق کو بھی مقابلہ کا حوصلہ نہ ہو۔ بنو عباس کی شان بڑھانے کے لئے منصور نے انہیں بڑے بڑے عہدے دئیے اور ان کے گھر مال و دولت سے بھر دیئے۔

منصور نہایت جبارانہ ہیئت سے دربار میں قدم رکھتا تھا۔ آنکھیں جلال سے سُرخ ہوتی تھیں۔ بیٹوں سے کہا کرتا تھا کہ جب میں شاہی لباس پہن کر دربارِ عام میں جاؤں تو میرے قریب نہ پھٹکو۔[2] اپنے وزیر ابو ایوب مُوریانی کو جب کبھی بلاتا تو اس کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ اس کے سب [illegible] رہتے تھے۔

[illegible] کی بات آتیں تو توجہ سے [illegible] درست نکلتیں تو ان کی گوشمالی کرتا تھا۔ [illegible] طرح علی [illegible] بہت شاق ہے۔ اسے خط [illegible] تمہیں [illegible] قرار دیا ہے۔ صحرائی جانوروں پر مامور نہیں کیا۔[3] بھتیجے کے خلاف شکایت آئی تو اسے معزول کر دیا۔[4] اپنے بھائی عباس کو جزیرہ کی ولایت سے سبکدوش کیا اور بھاری

---

[1] طبری۔ [2] الفخری۔ [3] طبری۔ [4] جہشیاری۔

صوبوں اور اضلاع سے خفیہ خبر رسانی کا کام برید کے ذمے تھا۔ منصور روزانہ غلے کے نرخوں سے ہر قسم کی خبریں آتی تھیں۔ مقدموں کے بھاؤ کی اطلاع ملتی تھی۔ قضاۃ و حکام کے احکامات و فیصلوں کی رپورٹیں پہنچتی تھیں۔ خفیہ اطلاع نامے دن میں دو وقت آتے تھے۔ رات کو خبریں پہنچتیں اور دن کی نماز کے بعد منصور ان رپورٹوں پر غور کرتا۔ غلطی یا خطا کو ٹھیک کرتا۔ ذرا بھی غلط ہوتا اور سرکاری منصب داروں کے خلاف شکایت آتی تو انہیں تنبیہ کرتا تھا۔ ۱؎

ارکانِ حکومت

منصور عہدہ داروں کے انتخاب میں بہت فکر و احتیاط سے کام لیتا تھا۔ جتنی اوسع کار آمد اور ذمہ دار شخص ملازم رکھتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ حکومت کے چار ارکان ہوتے ہیں۔ اول باثروت قاضی، دوم صاحب الشرطہ جو ضعیف کو قوی سے داد دلائے۔ سوم صاحب خراج جو ایک ایک پائی وصول کرے لیکن ظلم نہ کرے۔ چہارم صاحب البرید جو ان کی درست اطلاع دے۔ ۲؎

منصور نے عمال کے انتخاب میں اہلیت کے علاوہ وفاداری کو بھی مد نظر رکھا۔ کیونکہ عہد اس کے پیش رو قریب ہو۔ ... خراسان کو ... بہت ... اس نے ... حد تک دخل کر دیا۔ عرب پر عجمی ملکی حکام سب سے پہلے منصور کے عہد میں ... عرب کا وقار حد سے گزرنے لگا۔

خلافتِ راشدہ اور اموی حکومت کے بعد منصور تیسری حکمران ہے جس کی حکومت میں عورتوں کا دخل نہیں تھا۔ اس کے جانشینوں کے عہد سے عورتیں حکومت میں دخیل ہونے لگیں۔

مالیات

منصور کہا کرتا تھا کہ جب تک خزانہ بھرپور ہو خلیفہ غالب رہتا ہے۔ وہ غیر ضروری خرچ سے بہت بچتا تھا۔ سستا جبہ پہنتا اور قمیص میں پیوند لگاتا تھا۔ اہلکاروں سے ایک ایک پائی کا حساب لیتا تھا جس کی وجہ سے ابو الدوانیق یعنی دمڑیوں والا کہلاتا تھا۔ ۳؎ منصور نے ایک دفعہ دیکھا کہ گھر کی ڈیوڑھی میں قندیل جل رہی ہے۔ حکم دیا کہ بلا ضرورت

۱؎ طبری۔ ۲؎ طبری۔ ۳؎ فوات الوفیات

قندیل مت جلاؤ۔[1] وہ اس قدر خزانہ چھوڑ مرا کہ دس سال کے لئے کافی تھا۔[2]

عدلیہ منصور کو انصاف کا بہت دھیان رہتا تھا۔ اگر کسی قاضی کے خلاف شکایت آتی تو جواب طلب کرتا تھا۔

منصور ایک دفعہ مدینہ گیا تو چند شتربانوں نے اس کے خلاف نالش کی۔ قاضی نے اسے عدالت میں بلایا۔ وہ آیا تو قاضی تعظیم کو نہ اٹھا اور اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ منصور بہت خوش ہوا اور دس ہزار دینار انعام دیئے۔[3]

ایک شخص کے ذمے منصور کا قرض تھا۔ وہ مرا تو منصور نے عامل کو لکھا کہ اس کے ترکے سے پہلے میرا حق وصول کرو اور جو باقی بچے قرض خواہوں پر بانٹ دو۔ عامل نے خط نظر انداز کر کے رقم سب پر برابر تقسیم کر دی۔ منصور نے اسے لکھا کہ تم نے زمین کو عدل و انصاف سے لبریز کر دیا ہے۔[4]

فوج منصور نے فوج کی تعداد بڑھائی اور اسے مضبوط کیا۔ وہ جانتا تھا کہ مستحکم حکومت کے لئے طاقتور فوج لازمی ہے۔ اس نے اپنے جانشین مہدی کو بھی نصیحت کی تھی کہ فوج اور اسلحہ بڑھانا۔

منصور کی فوجی تنظیم ہی کا نتیجہ تھا کہ اس نے بڑی بڑی زبردست قوتوں کو شکست دی اور بربر کے دور ترین علاقوں تک فتوحات پھیلا دیں۔

سرحدی حفاظت رومی حکومت کی طرف سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ منصور نے سرحدوں کا دفاع مضبوط کیا۔ شام کے ساحل پر قلعے بنوائے اور رونق آبادیاں بسائیں۔[5]

خوش حالی منصور کا عہد امن و [illegible] تھا۔ [illegible] تھا اور عوام کی جان [illegible]

مسجد حرام کی توسیع مسجد حرام [illegible]

---

[1] جہشیاری۔ [2] ابن اثیر، ابن خلدون۔ [3] تاریخ الخلفاء سیوطی۔ [4] مستطرف باب ۱۹ صـ۲۔
[5] بلاذری۔

اس نیک کام کو انجام دیا۔[۱]

علمی حرکت کا آغاز

منصور عالم تو ہوا تھا۔ اسے نہ صرف علمِ دین بلکہ دیگر علوم سے بھی بہت شغف تھا۔ بغداد کی تعمیر کے بعد اس نے علماء و فضلاء کو اطرافِ ملک سے بلایا اور ان کی قدر افزائی کی۔ یہ اُس علمی حرکت کا آغاز تھا جو عباسی حکومت کا طغرائے امتیاز ثابت ہوئی۔[۲]

منصور کے عہد میں غیر زبانوں میں لکھی ہوئی کئی قدیم کتابوں کو عربی زبان کا لباس پہنایا گیا۔ اگرچہ اس کام کی طرف سب سے پہلے اموی دَور میں حضرت معاویہؓ نے توجہ دی تھی اور شاہی کتب خانہ قائم کیا تھا لیکن اس مہم کو ایک وسیع پیمانے پر ترتیب دینے کا سہرا منصور کے سر ہے۔ اس نے اربابِ کمال کی خوب قدر کی۔ انہیں دریا دلی سے نوازا، نتیجہ یہ کہ اصحابِ علم وحکمت دُور دُور سے کھنچ کر اس کے دربار میں آتے اور بعید و قریب اقوام کے علوم عربی زبان کی گود میں گھر کرنے لگے اس کے عہد میں کئی متفرق کتب مثلاً کلیلہ دمنہ، سندھند اور اقلیدس وغیرہ ترجمہ ہو کر عوام میں پھیلیں اور لوگ ان سے استفادہ کرنے لگے۔

شہروں کی آبادی

منصور نے کئی شہر آباد کئے جن میں بغداد اہم ترین ہے۔ شام میں منصور نے اسی طرز پر رافقہ کا شہر آباد کیا اور اس کے گرد فصیل کھنچوائی۔ کوفہ، بصرہ اور نیشاپور کے شہروں کے گرد فصیلیں بنوائیں اور خندقیں کھدوائیں۔[۳] افریقہ میں عباسیہ کے شہر کی بنا ڈالی۔[۴]

بغداد:۔ یہ منصور کا زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔ منصور نے اسے امن، بحالی اور نظم و نسق کے استحکام کے لئے تعمیر کیا۔

کوفہ کا شہر امن سوز اور پُرآشوب تھا۔ امویوں نے والی کی سکونت کے لیے شہر سے باہر ایک بستی آباد کی تھی جو قصرِ ابنِ ہُبَیرہ کہلاتی تھی۔ بنو عباس نے اس کے پہلو میں ہاشمیہ کے نام سے ایک اور قصبہ آباد کیا لیکن کوفہ کے اثرات سے یہ جگہ بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ عوام اربابِ حکومت

---

[۱] النجوم الزاہرہ۔ [۲] طبری۔ طغری بردی۔ [۳] النجوم الزاہرہ۔ ابن کثیر۔ [۴] بلاذری

دربابُ الخراسان ۔ ہر دو دروازوں کے درمیان اٹھائیس برج تھے ۔ دروازے دوہرے تھے اور درمیان ڈیوڑھی تھی ۔ ہر دروازہ پر گنبدی چھت کا ایک کمرہ تھا ۔ منصور ان کمروں میں بیٹھ کر بیرونی دنیا کا نظارہ کیا کرتا تھا ۔ [1]
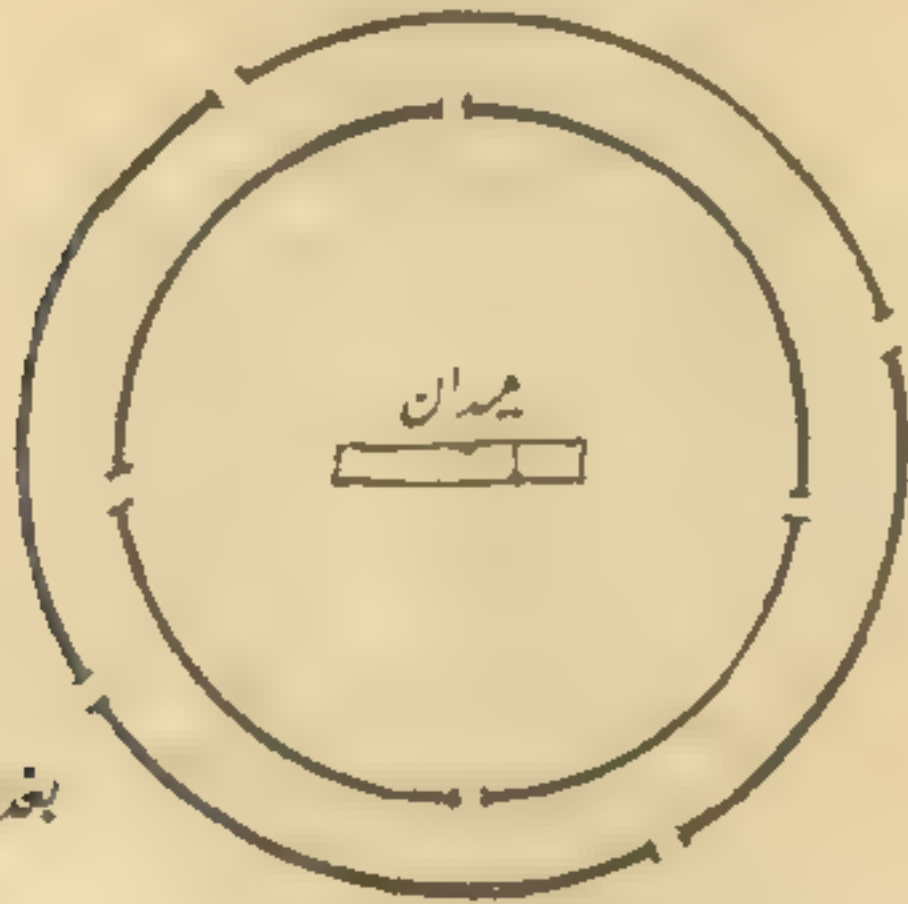
بغداد کا فرضی خاکہ

قصرِ خلافت شہر کے مرکز میں تھا ۔ اس کے پہلو میں شاہی جامع مسجد تعمیر کی گئی جس کو جامعِ منصور کہتے تھے ۔ عوام کے لئے الگ جامع مسجد تھی ۔ جامعِ منصور کے سامنے ایک وسیع میدان تھا جس کے حاشیوں پر ارکانِ سلطنت کے محلات تھے ۔ [2]

قصرِ خلافت نہایت دل کش تھا ۔ اس کے وسط میں تیس ہاتھ لمبا اور بیس ہاتھ چوڑا ایوان تھا ۔ اس پر دوہرا گنبد تھا ۔ بالائی گنبد سبز رنگت کی وجہ سے قُبّۃُ الخضراء کہلاتا تھا ۔ یہ سطحِ زمین سے اسّی ہاتھ اونچا تھا ۔ عرض میں بیس ہاتھ تھا ۔ یہ بغداد کا تاج تھا ۔ اس قدر مضبوط تھا کہ تقریباً دو سو برس تک سلامت رہا ۔ [3]

شہر سے باہر دجلہ کے کنارے منصور نے ایک اور محل بھی بنوایا جسے قصرِ منصور کہتے تھے ۔ اس پر سونے کا کام ہوا تھا ۔ نہایت خوب صورت اور دل آویز تھا ۔ اس لئے اسے

---

[1] خطیب بغدادی مسعودی ۔ [2] ابن کثیر ۔ خطیب ۔ مسعودی [3] خطیب ۔ ابن کثیر

تباہی ہوئی۔ دُوسرے حملہ پر روم کی ملکہ نے خراج دے کر صلح کر لی [۱]

۲۔ **سندھ** :۔ مہدی نے ۱۵۹ ہجری میں بارید (کبار بھوت) کے ہندو راجہ کے خلاف ایک گراں لشکر بھیجا۔ راجہ کو شکست ہوئی اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا [۲]

۳۔ **اندلس** :۔ ۱۶۱ ہجری میں ایک سردار کو اندلس فتح کرنے کے لیے بھیجا وہ مارا گیا [۳]

بغاوتیں

(۱) ۱۶۰ ہجری میں خراسان میں ایک شخص یوسف بن ابراہیم نے جو یوسف البرم کہلاتا تھا بغاوت کی۔ خلقِ کثیر اس کی تابع ہوگئی، اور اس کی طاقت بہت بڑھی۔ مہدی نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر گردن مروا دی۔ اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا گیا [۴]

(۲) ۱۶۲ ہجری میں جرجان میں محمّرہ یعنی سُرخ پوشوں کا فرقہ عبد القہار نام ایک شخص کے زیرِ قیادت اُٹھا۔ شاہی فوجوں نے انہیں ٹھکانے لگا دیا۔ [۵]

(۳) ایک شخص عبد السّلام بن ہاشم نے قنسرین کے علاقہ میں علمِ بغاوت بلند کیا۔ بہت لوگ اس کے پیرو ہوگئے۔ اس نے شاہی افواج کو پے در پے شکستیں دیں لیکن سلطنت کے مقابلہ میں اس کی طاقت بالآخر ٹوٹ گئی اور وہ قتل ہوا۔ [۶]

(۴) **خوارج** :۔ خوارج نے موصل کے علاقہ میں سر اُٹھایا۔ مہدی نے وفات سے ایک سال قبل ان کا خاتمہ کر دیا۔ [۷]

(۵) **مُقنّع خراسانی** :۔ اس کا نام عطاء تھا۔ عوام میں حکیم کے نام سے مشہور تھا۔ نہایت ذہین سائنس دان تھا۔ اس نے اپنی سائنس دانی کو غلط مصرف میں برتا اور خدائی کا دعویٰ کر کے نادان لوگوں کو ساتھ ملا لیا۔ پست قد، کانا اور بدصورت تھا چہرے پر طلائی نقاب ڈالے رکھتا تھا۔ اس لئے لوگ اسے مُقنّع (نقاب پوش) کہتے تھے [۸]

---

[۱] ابن کثیر۔ ابن العبری۔ [۲] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین۔ [۳] ابن اثیر۔
[۴] ابن کثیر۔ [۵] ابن کثیر۔ [۶] ابن کثیر۔ [۷] ابن کثیر۔
[۸] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

ولی عہدی میں تبدیلی

مہدی نے ۱۶۰ ہجری میں عیسیٰ بن موسیٰ کو مجبور کر کے ولی عہدی سے دستبردار کرایا اور اپنے بیٹے موسیٰ کے لئے بیعت لی۔

وفات

مہدی نے ۱۶۹ ہجری محرم میں وفات پائی۔ وفات کی روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت یہ آتی ہے کہ ایک دفعہ شکار کے پیچھے گھوڑا اڑالا۔ شکار ایک پرانے کھنڈر میں جا گھسا۔ مہدی کا گھوڑا دروازے سے گزرا تو سر میں چوٹ آگئی۔ اس سے جانبر نہ ہو سکا۔

مہدی کے عہد پر تبصرہ

مہدی کا دورِ حکومت بعض معمولی شورشوں کو چھوڑ کر خوش حالی اور امن و سکون کا دور ہے۔ سفاح اور منصور نے حریفوں کو راستہ سے ہٹا دیا تھا اور حکومت کو جن جن رخنوں سے کچھ خطرہ ہو سکتا تھا وہ بند کر دیے تھے۔ انہوں نے اپنے سترہ سال کے دورِ حکومت میں عباسی سلطنت کی بنیادیں خوب پختہ کر دی تھیں۔ خزانہ کو معمور کر دیا اور محاصل بڑھا دیے۔ عوام کی نگاہ میں عباسی حکومت اب ایک مستقل حکومت تھی۔

منصور کی تنگ اندیشی نے مہدی کی مقبولیت کے لئے کئی سامان پیدا کر دیے تھے۔ منصور نے اپنے عہد میں جس قدر تاوان وصول کئے تھے وہ مقدم کے بیت المال میں امانتاً رکھ دیے تھے۔ مرتے وقت بیٹے مہدی کو وصیت کی کہ میرے بعد یہ تاوان مالکوں کو واپس کر دینا۔ اس سے وہ تیری طرف متوجہ ہوں گے۔[۱] مہدی نے نہ صرف اس نصیحت پر عمل کیا بلکہ منصور کے عہد میں مدینہ کے جن باشندوں کے وظائف ضبط ہوئے تھے جاری کیے اور منصور کے قید کیے ہوئے قیدی رہا کر دیے۔ صرف اُن قیدیوں کو جیل میں رہنے دیا جو قتل، لوٹ مار یا فساد کے مجرم تھے۔[۲] عوام مہدی کے اس اقدام سے بہت خوش ہوئے۔ وہ شہزادگی ہی میں پسندیدہ اطوار تھا اور

۱؎ الفخری۔ ۲؎ ابن اثیر و ابن کثیر۔

تصنیف کی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی[1] مہدی کا اس ضمن میں ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ اس نے امام ابو یوسف کو قاضی بنایا۔ قاضی صاحب بہت بڑے فقیہہ تھے اور خراج میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے کتاب الخراج لکھی جس کو آج تک سند کا درجہ حاصل ہے۔

بُرید (ڈاک) مدینہ اور یمن کے درمیان برید کا انتظام نہ تھا۔ مہدی نے ان علاقوں میں برید جاری کی[2]

دینی خدمات مہدی کے دل میں دین کی بہت حمیت تھی۔ اس نے مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام کی توسیع کرائی۔ اس مقصد کے لیے ملحقہ مکانات خرید کر ان کا رقبہ ان مسجدوں میں ملایا[3] مہدی نے کعبہ کو ابن زبیرؓ کی مقرر کردہ بنیادوں پر تعمیر کرانا چاہا۔ امام مالک سے مشورہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسے اپنے حال پر رہنے دو ورنہ خلفاء اسے کھیل بنالیں گے[4]

مہدی ۱۶۰ ہجری میں حج کے لیے گیا تو لوگوں نے کہا، کعبہ پر بہت غلاف چڑھ چکے ہیں، مبادا عمارت ان کے بوجھ سے دب جائے۔ مہدی نے سب غلاف اتروائے اور نیا غلاف چڑھایا[5]

مسجدِ نبوی میں حضرت معاویہؓ کے وقت سے ایک مقصورہ تھا جہاں خلفاء ذاتی حفاظت کی خاطر عام صفوں سے الگ نماز پڑھتے تھے۔ مہدی نے اسے گرا دیا اور حکم جاری کیا کہ کسی مسجد میں مقصورہ نہ ہو[6] ایک اور فرمان یہ دیا کہ کسی مسجد کا منبر مسجد نبوی کے منبر سے بڑا نہ ہو[7]

زندقہ کا استیصال بے مذہب اور مخروط عقائد کا نام زَندَقہ ہے۔ ایسے عقیدوں والے شخص کو زِندِیق کہتے ہیں۔ زندیق کی

---

[1] الفخری [2] سیوطی [3] ابن اثیر ابن کثیر د ۱۶۷ھ [4] ابن کثیر
[5] ابن اثیر [6] ابن اثیر۔ ابن کثیر [7] ابن کثیر۔

جمع زنادقہ ہے۔

یہ لوگ بظاہر تو [illegible] اور فی الحقیقت [illegible] سے الگ رہتے ہیں۔ [illegible] اپنے دین سے [illegible] زندیقوں [illegible] شامل رہ کر ایک نیا فرقہ تخلیق کرتا ہے۔ زنادقہ میں حسب ذیل باتیں مشترک ہوتی ہیں۔

(۱) کسی مقبول دین سے ظاہری وابستگی ۔۔۔ [illegible] زنادقہ [illegible] تھے۔ بعض نے اسلام کے نام کا سہارا لیا۔

(۲) اشتمالیت اور آزادگی — اس کے اثر سے بالخصوص جنس کے [illegible] یک کر آتے ہیں۔

زنادقہ کے کھانے پینے اور پہننے کے انداز سب سے الگ ہوتے ہیں چنانچہ محمّرہ و مبیّضہ کے نام ہی لباس کے انوکھے پن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ خرّمیّہ اور [illegible] کے پیرو بھی اسی قبیل سے تھے۔

(۳) غلبہ کی کوشش — ان کا ایک بنیادی مقصد یعنی حکومت پر قبضہ حاصل کرنا ہے۔

(۴) قانون شکنی — زندیقوں کی رنگ [illegible] کسی اسلامی دین یا نظم [illegible] سے [illegible] نہیں کرتیں اس لیے حکومت اور قانون کا وجود ان کے لیے سنگِ گراں ہوتا ہے۔ طاقت حاصل ہو جائے تو قتل و غارت شروع کر دیتے ہیں۔ بعض زنادقہ معصوم بچوں تک کو [illegible] جاتے تھے۔

قدیم ایرانی معتقدات پر مزدک اور مانی کا گہرا اثر تھا۔ انھوں نے اشتمالیت اور جنسی بے قیدی کی راہ دکھائی تھی اگرچہ انھیں مرے ایک مدت ہو چکی تھی لیکن ان کے نظریات میں رہ رہ کر نئی جان آ جاتی تھی۔ زنادقہ انھی نظریات کی شاخوں کے برگ و بار تھے۔ مہدی کے عہد میں ان پر ایک بار پھر شباب آیا۔ بعض علاقوں میں حکومت کا نظام معطل ہو کر رہ گیا۔ لہٰذا مہدی نے زندیقوں کو مٹانے پر کمر باندھ لی۔ اس نے اس غرض کے لیے ایک شعبہ قائم کیا جس کا نام صاحبُ الزّنادقہ کہلاتا تھا۔ اس محکمہ نے زندیقوں کا کھوج لگایا اور چہار سو سے تلاش کر کے انجام کو پہنچایا۔ ان کی کتابیں

ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلادیں۔ البتہ یہ بات ضرور کھٹکتی ہے کہ مہدی نے بعض لوگوں کو محض شبہ پر بغیر ثبوت کے قتل کر دیا[1]

مہدی نے اہل علم اور متکلمین کو ہدایت کی کہ زندیقوں کے خلاف کتابیں تحریر کریں[2]

رفاہِ عامہ

عراق اور مکہ کی راہ مشہور اور ویران تھی۔ مہدی نے حکم دیا کہ اس راہ پر کنوئیں کھدوائے جائیں اور اقامت گاہوں کی تعمیر ہو۔ دس برس تک تعمیرات کا کام ہوتا رہا حتیٰ کہ یہ عمدہ ترین اور محفوظ ترین رستہ ہو گیا[3]

قیدیوں اور کوڑھیوں کے وظائف

کوڑھیوں کو وظائف سابقہ حکومتوں میں بھی ملتے رہے لیکن ملک بھر میں قیدیوں کے وظیفے جاری کرنے کا امتیاز مہدی ہی کو حاصل ہے۔

سرحدی انتظامات

منصور نے شامی سرحدوں کے استحکام کی خاطر تعمیرات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا مہدی نے اسے تکمیل کو پہنچایا[3]

ملکہ خیزران

خیزران لغت میں نرم شاخ کو کہتے ہیں۔ مہدی کی ملکہ کا نام تھا۔ خیزران یمن کی رہنے والی تھی۔ کم سنی میں اسے بردہ فروش پکڑ لائے۔ مہدی نے اسے ایک لاکھ درہم میں خریدا۔

خیزران نے شاہی محل میں پرورش پائی۔ نہایت ذہین تھی۔ مروجہ علوم میں مہارت حاصل کرلی۔ جوان ہوئی تو مہدی نے اس سے نکاح کر لیا۔ وہ جلد ہی مہدی کے دل و دماغ پر چھاگئی۔

مہدی خلیفہ ہوا تو خیزران نے حکومت کے کاروبار میں دخل دینا شروع کیا اور بہار کی طرح آہستہ آہستہ زمام اختیار ہاتھ میں لے لی۔ مہدی اس کے معاملات میں حتی الوسع دخل سے گریز کرتا تھا۔

---

[1] سیوطی۔ ذہبی۔ ابن اثیر [2] مسعودی ذکر قاہر باللہ [3] ابن اثیر۔ ابن کثیر [4] طبری۔

ہادی اور ہارون خیزران کے بطن سے تھے۔ ہادی خلیفہ ہوا تو خیزران نے بدستور اپنا تسلط رکھنا چاہا لیکن ہادی نے آہستہ آہستہ اسے بے دخل کر دیا۔ ہارون کی خلافت کے ساتھ خیزران کا اقتدار پھر بحال ہوا لیکن دو تین برس بعد ۱۷۳ ہجری میں انتقال کر گئی۔

خیزران پاک باز اور دین دار عورت تھی اس نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ پر ایک مسجد تعمیر کرائی۔ حضرت ارقم صحابی کا گھر اسلام کی تاریخ میں بہت مشہور ہے۔ یہاں خیزران نے نئے سرے سے مکان بنوایا جسے دارالارقم کے علاوہ اب دارالخیزران بھی کہنے لگے۔

موسیٰ الہادی

۱۶۹ تا ۱۷۰ھ

۷۸۵ تا ۷۸۶ء

موسیٰ الہادی نے ۱۶۹ھ میں مسندِ خلافت سنبھالی۔ اس وقت وہ تقریباً بائیس برس کا تھا۔ اس کی ماں خیزران ایک لونڈی تھی۔

معرکۂ فخ حسین بن علی بن حسن مثلث نے مدینہ میں مقابلہ کی ٹھانی لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور مکہ چلے گئے۔ ہادی نے ایک لشکر بھیجا جس نے ایام حج کے فوراً بعد مکہ کے قریب فخ (فَخ) کے مقام پر ان سے جنگ کی۔ حسین بن علی کام آئے۔ ان کے بھتیجے ادریس بن عبداللہ بھاگ کر مغرب پہنچے۔ وہاں ادریسی حکومت کی بنا رکھی۔

رومی محاذ رومی محاذ پر مختصر سے معرکے ہوئے۔

خوارج خوارج نے جزیرہ کے علاقہ میں حرکت کی۔ شاہی افواج نے انہیں جلد ہی زیر کر لیا۔

ولی عہدی کا قضیّہ ہادی کی خواہش تھی کہ ہارون کی ولی عہدی منسوخ کر کے اس کا منصب اپنے نابالغ بیٹے جعفر کو دے۔

مہدی کی بیوی ملکہ خیزران حکومت کے کاروبار میں بہت دخیل تھی۔ مہدی کے ایام حکومت میں ارکانِ سلطنت اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ یہی کیفیت کچھ عرصہ ہادی کے عہد میں بھی رہی لیکن اس نے چار ماہ بعد اعلان کیا کہ جو امیر خیزران کے دروازے پر جائے گا اس کی گردن اڑا دوں گا تاہم ملکہ کے اثر و رسوخ کو مٹانا آسان نہ تھا۔ خیزران ہارون الرشید کے حق میں تھی اور نہیں چاہتی

رہے۔[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یحییٰ نے قید میں وفات پائی۔

۲۔ **نزار و یمانیہ کا فتنہ**: عرب شروع ہی سے دو بڑے گروہوں میں تقسیم تھے: نزار (یا مضر) اور یمانیہ یعنی یمنی قبائل۔ ان کے درمیان اسلام سے قبل گہری رقابت تھی جو وقتاً فوقتاً جنگ و جدل کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اسلام نے اس رقابت کو بہت حد تک دبا دیا۔ خلافت راشدہ کے اختتام تک یہ قبائل صلح و صفائی سے رہے۔ اموی عہد میں بعض بادشاہوں نے اپنی مصلحت کی خاطر خفتہ عصبیت کو جگایا اور انہیں باہم دست و گریباں کر دیا۔ عباسی دور میں نزار اور یمانیہ کی باہمی رقابت کچھ عرصہ دبی رہی لیکن ہارون کے عہد میں اچانک بھڑک اٹھی۔ ۱۷۶ ہجری میں شام کے علاقہ میں ان کے درمیان خوفناک فساد پیدا ہوا۔ بے شمار آدمیوں کا خون بہ گیا اور جاہلیت کی یاد تازہ ہوئی۔ ہارون الرشید نے موسیٰ بن عیسیٰ کو چند قومی رہنماؤں کے ہمراہ مداخلت کے لیے بھیجا۔ انہوں نے صلح کرا دی اور فتنہ گر سرداروں کو بغداد لے آئے۔ چار برس بعد فساد کی ایک اور لہر اٹھی۔ ہارون نے اس کے مداوا کے لیے جعفر برمکی کو بھیجا۔ اس نے خوش تدبیری سے کام لیا اور فریقین کو رام کر لیا۔ امن کو دیرپا بنانے کے لیے اس نے شام کے لوگوں سے اسلحہ جمع کر لیا۔[2]

شام کی خانہ جنگی نے سندھ کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔ حکومت کئی برس کی مشکلات کے بعد وہاں امن قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔[3]

۳۔ **خوارج**: خوارج نے ۱۷۱ ہجری میں جزیرہ کے علاقہ میں سر اٹھایا لیکن جلد ہی دب گئے۔ اس کے بعد ۱۸۰ ہجری میں انہوں نے بہت زور و شور سے بغاوت کی۔ جزیرہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں مار دھاڑ کر کے دہشت پھیلا دی۔ ان کا سردار ولید بن طریف تھا۔ اس نے بہت شوکت پیدا کی۔ ہارون نے یزید بن مزید کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ ولید بن طریف کے بعد اس کی بہن لیلیٰ نے کچھ دیر مقابلہ کیا لیکن وہ بھی شکست کھا گئی۔[4]

۴۔ **زنادقہ**: ۱۸۰ ہجری میں جرجان میں زندیقوں کی ایک جماعت محمرّہ سرگرم ہوئی۔

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن اثیر

برمک: بلخ کے شہر میں مجوس کا ایک شہرۂ آفاق تیرتھ تھا جس کو نوبہار کہتے تھے۔
اس کا سربراہ برمک کہلاتا تھا۔ آخری برمک کشمیر میں پلا۔ وہیں اس نے طب، نجوم اور دوسرے
علوم میں مہارت پیدا کی۔ اموی عہد میں بلخ فتح ہوا اور وہ اسلام لایا۔

برمک کی اموی امراء کے ہاں بڑی قدر و منزلت تھی۔ اسے بعض دفعہ نہایت [illegible]
سونپے گئے۔ عباسی تحریک پھیلی تو یہ اس سے منسلک ہوا اور ابومسلم کی فوج میں شامل رہا۔[1]

خالد: برمک کے پوتے خالد نے نمایاں مقام پیدا کیا۔ سفاح نے ۱۳۳ ہجری میں اسے
دیوانِ خراج کا ناظم مقرر کیا۔[2] نہایت ذہین اور طباع شخص تھا۔ سفاح کے عہد سے اس کا
اقتدار بڑھتا گیا۔ منصور کے مشیروں میں شامل ہوا۔ منصور کو بغداد آباد کرنے کی صلاح خالد ہی
نے دی تھی۔

منصور نے ۱۵۸ ہجری میں ناراض ہو کر خالد پر تاوان لگایا اور تین دن کی مہلت دی۔ وہ رقم
پوری نہ کر سکا۔ موت کا انتظار کر رہا تھا کہ حالات نے اچانک یاوری کی۔ موصل میں فساد اٹھا۔
اس کو دبانے کے لئے خالد سے بڑھ کر موزوں آدمی کوئی نہ تھا۔ منصور نے ناچار اسے موصل کا
والی بنا کر روانہ کیا اور اس کے بیٹے یحییٰ کو آذربائیجان کی حکومت دی۔[3] خالد وفات تک
موصل کی حکومت پر فائز رہا۔ اس کا سال وفات ۱۶۶ ہجری ہے۔[4]

یحییٰ: منصور کے عہد میں آذربائیجان کا والی ہوا۔ مہدی کے دور میں اس کا ستارہ خوب
چمکا۔ مہدی نے اسے دفترِ [illegible] دفترِ رسائل کا ناظم مقرر کیا۔[5] اس کے علاوہ ہارون کی تعلیم
و تربیت بھی اسے سپرد کی۔

رشید نے یحییٰ کی بیوی کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے یحییٰ کو اس سے بہت محبت تھی۔
ہادی نے جب ہارون الرشید کو ولی عہدی سے ہٹانا چاہا تھا تو ہارون دست بردار ہونے پر

---

[1] ابن کثیر اور ابن اثیر کے متفرق سنین۔ معجم البلدان ذکرِ نوبہار [2] ابن کثیر
[3] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ [4] ابن خلدون، طغری بردی [5] ابن کثیر و
ابن اثیر سنہ ۱۶۳ھ

میں ممتاز تھا۔ خوش مزاج اور کشادہ جبیں تھا۔

[illegible]

بعد ہارون نادم ہوا اور جعفر پر غصہ نکالا۔

اس روایت سے بعض علما نے انکار کیا ہے۔

[illegible]

[1] دول الاسلام فخر رازی۔ تحفۃ المجالس سیوطی

انھوں نے قید خانہ میں وفات پائی۔ یہ تیسری روایت بالکل مختلف ہے [illegible] ناقابلِ غور ہے۔ اس
کے علاوہ ایک اور قابلِ غور امر یہ ہے کہ یحییٰ علوی کا واقعہ ۱۷۶ ہجری کا ہے اور جعفر کا قتل ۱۸۷ھ
میں ہوا۔ گیارہ برس بعد ہارون کو کس بات کا انتظار تھا؟

۳۔ کہا جاتا ہے کہ برامکہ عقائد کے لحاظ سے زندیق تھے اس لیے رشید نے ان کا خاتمہ کر دیا
یہ بھی [illegible] ہے۔ البتہ برامکہ آزاد خیال ضرور تھے۔

۴۔ برامکہ اہلِ بیت کے معتقد تھے لہٰذا ہارون نے ان کا استیصال کر دیا۔

یہ بیان بھی درست نظر نہیں آتا۔ بے شک برامکہ کو اہلِ بیت سے اعتقاد تھا لیکن ہارون
کی ناراضی کا سبب یہ نہیں ہو سکتا۔ ہارون انہیں شروع ہی میں سبکدوش کر سکتا تھا۔

۵۔ ایک گمان یہ ہے کہ برامکہ ہارون الرشید کی خلافت کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے لیکن اس
کا ثبوت کسی واقعہ سے نہیں ملتا۔

۶۔ برامکہ حکومت پر ایسے چھا گئے تھے کہ ہارون کا فقط نام باقی رہ گیا تھا بلکہ بعض موقعوں
میں تو نام بھی جعفر کا چلتا تھا۔ ہارون اگر کسی ولایت، بستی یا کھیت سے گزرتا تو یہی سنتا کہ یہ
سب کچھ جعفر کا ہے۔ ہارون آہستہ آہستہ بدگمان ہو گیا۔ [illegible] خلافت کا [illegible] کہ ایک
تقریب کے وقت دروازے پر سائلوں کا ہجوم دیکھ کر ہارون نے کہا کہ خدا یحییٰ کو جزائے خیر دے۔
اس نے مجھے حکومت سے بچا رکھا ہے۔ لیکن ایک مدت بعد یحییٰ کے دروازے پر ایسی ہی بھیڑ
دیکھ کر بولا۔ یحییٰ نے سب [illegible] پر قبضہ کر لیا ہے۔ اصل خلافت اسی کی ہے۔ یہ [illegible]

۷۔ جعفر نے ایک محل بنایا جس پر دو کروڑ درہم اٹھے۔ رشید کو شک گزرا کہ ان کے پاس
[illegible] ہوگا۔ یحییٰ پر شک تھا کہ اس نے خزانے میں تصرف کیا ہے۔ ہارون
[illegible] تنگ رہتا تھا اور خود اور اس کے بیٹے بے دریغ رقمیں لٹاتے تھے۔

۸۔ حاسدوں نے برامکہ کے خلاف ہارون کے کانوں میں زہر بھرا۔ چنانچہ ہارون نے ایک
بار خود بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے مجھے برامکہ کے خلاف بھڑکایا۔[۲]
برامکہ کے بدخواہوں میں ملکہ زبیدہ اور فضل بن ربیع کا نام لیا جاتا ہے لیکن تحقیق سے

۱۔ ابن الاثیر ذکر واقعات ۱۸۷ھ ۲۔ ابن کثیر ۱۰/۲۱۸ھ۔

اسی سنہ میں[1] ہارون نے بیٹوں کو خانہ جنگی سے بچانے کے لیے سلطنت کو تین حصوں میں بانٹ دیا۔ خلافت، قندہار اعلیٰ اور عراق و شام کے علاقے امین کو دیئے۔ مشرقی بلاد مامون کو ملے اور جزیرہ مع سرحدی علاقوں کے مؤتمن کے حصہ میں آیا۔ ہارون نے اس مضمون کی ایک دستاویز لکھوائی، وزراء اور امراء کے دستخط کرائے اور اسے کعبہ میں محفوظ رکھوا دیا۔[2]

وفات ہارون کو آنتوں کی دق تھی۔ سفر کے دوران میں طوس کے مقام پر وفات پائی۔ طوس کی ایک بستی سناباذ میں دفن ہوا۔

ہارون کے عہد پر تبصرہ

ہارون کے عہد کو ابتدا سے بنو عباس کا زرین دور شمار کیا جاتا ہے۔ خلیفہ دانا، مدبر اور صاحب ہمت تھا۔ اس کے علاوہ انتہا کا خوش ذوق اور خوش طبع تھا۔ دولت کی بے حد فراوانی تھی۔ پانچ کروڑ دینار فقط خراج کے وصول ہوتے تھے۔ اجناس اور مالِ غنیمت اس کے سوا تھے۔ اس زمانے میں جب کہ حکومت کے محکمانہ اخراجات بہت کم تھے خزانوں کا بھرپور ہو جانا لازم تھا۔ لیکن ہارون نے منصور کی طرح خزانوں پر قفل نہیں ڈالے۔ دل کھول کر خرچ کیا۔ اس سے بڑھ کر دادودہش برامکہ نے کی۔ یہ سب دولت علمی، ادبی اور تمدنی تحریکوں پر امڈ رہی تھی۔ اس لیے بغداد میں خوب رونق اور گہما گہمی ہوئی۔ شہر تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گیا۔ منصور کے عہد میں مذہب پر بہت توجہ رہی۔ وہ طنبورہ کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ ہارون کو بھی مذہب کا خیال تھا لیکن اس نے خوش وقتی کی بزم بھی جمائی۔ شراب کو منہ لگایا، نغمہ و رنگ میں دل دیا اور چوگان اور شطرنج وغیرہ میں حصہ لیا۔

ہارون ایک سال حج کو جاتا تھا اور ایک سال تلوار سنبھال کر جہاد کے میدان میں اترتا تھا۔ ایک طرف عبادت گزاروں میں نام پایا اور دوسری طرف غازیوں کی صفِ اوّل میں کھڑا نظر

---

[1] ابن اثیر سنہ ۱۹۲ ہجری [2] ابن کثیر سنہ ۱۸۶ ہجری۔

[illegible] عوام میں محبوب ہونے کے علاوہ یہی دو وصف کافی تھے یعنی عجم کی بہار آفریں سرزمین پر پروردہ وہ شعر و نغمہ اور دلکشی سے دور رہتا تو شاید ایک آدھ گروہ میں اس کا مخالف ہوتا۔ الغرض ہارون خواص و عوام سب میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حق پرست علماء اس سے خوش تھے گو یقیناً اچھا نہیں جانتے ہوں گے لیکن اس کا بدلہ نہ عظمت کا کوئی بھی منکر تھا۔ دولت کی ریل پیل تھی۔ خوش حالی اور خوش باشی کے دن تھے۔ دور و نزدیک کے علاقوں میں امن و امان تھا اس لیے زبان خلق نے فتویٰ دیا کہ ہارون کی حکومت بہترین اور خوب ترین ہے۔

ہارون فیاض اور دریا دل تھا۔ مؤرخین، حفاظ اور فقہا کے گراں قدر وظائف مقرر تھے جتنے اہل علم، نیک کار اور پرہیزگار لوگ رشید کے عہد میں تھے اتنے بعد کے کسی دور میں نہ ہوئے۔

بغداد جو مرکزِ خلافت تھا عروج کے آخری نقطہ پر پہنچا۔ یہاں غریبی اور محتاجی کا قلع و قمع ہو گیا۔ ہارون نے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ ہر روز اپنے مال سے علاوہ زکوٰۃ کے ایک ہزار درہم کا صدقہ دیتا تھا۔ بغداد دنیائے اسلام کا تجارتی مرکز بھی تھا۔ اس لیے ہر طرف سے دولت سمٹ کر آنے لگی۔ زندگی نے خوش باشی کا وہ رنگ اختیار کیا جس کی ساحرانہ جھلک آج بھی الف لیلہ کی داستانوں میں ملتی ہے۔ بے شک اس میں تخریب کا پہلو بھی تھا لیکن یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ہارون الرشید کا عہد فارغ البالی کے مرتبۂ کمال پر تھا۔

منصور کے بعد بغداد کی دل فریب اور عالی شان عمارتوں میں برابر اضافہ ہوتا رہا تھا۔ دجلہ کے دونوں طرف امراء کے خوش نما محلات کھڑے تھے۔ برامکہ کے قصر سب سے بازی لے گئے۔ جعفر نے جو محل بنایا اس پر اتنی دولت خرچ ہوئی کہ ہارون بھی بدگمان ہو گیا۔

الغرض بغداد [illegible] جنت [illegible] زیب و زینت، خوش حالی اور خوش وقتی [illegible] سے ایک طلسمی دور [illegible] تھی۔ [illegible] ہارون کی خوش انتظامی [illegible] حد تک کارفرما تھی۔

نظم و نسق

ہارون کے عہد میں ابتداءً کچھ شورشیں ہوئیں لیکن ان کا سختی سے قلع و قمع ہوا۔ ۱۸۰ ہجری کے بعد ملک سے بدامنی اور بغاوت

سے تقریباً معدوم ہو گئے۔ ہارون کو رعایا کی بہبود و آسائش کی بہت فکر تھی۔ بار بار رات کو بھیس بدل کر گلیوں میں پھرتا تھا۔ ایسے خلیفہ کے عہد میں ان شکایتوں کا وجود مشکل تھا۔ اس نے اپنے حاجب کو حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص بھی آئے اسے میرے سامنے پیش کرو۔

عدلیہ ہارون الرشید نے عدالتی نظام بہتر کرنے کے لیے چند نہایت دور آمد اقدام کیے مثلاً

۱۔ قاضی القضاۃ[۱] کا عہدہ قائم کیا۔ تمام مملکت کے قاضی ایک محکمہ میں منسلک ہو گئے۔ قاضی القضاۃ ان کا نگران اعلیٰ تھا۔ وہ ان کو ہدایت دیتا تھا اور ان کی کارگزاری کو زیر نگاہ رکھتا تھا۔ خلیفہ قاضیوں کا تقرر اسی کے مشورہ سے کرتا تھا۔ اس عہدہ کی خوش قسمتی دیکھیے کہ سب سے پہلے امام ابو یوسف نے اسے زینت دی۔ ان کی کتاب جامع القضاۃ رہنمائی کا کام دیتی تھی۔[۱]

۲۔ قاضیوں کا خاص لباس تجویز ہوا تاکہ وہ عوام سے ممتاز رہیں۔

۳۔ ہارون الرشید سے قبل عدالتی ریکارڈ کی حفاظت کا خاص اہتمام نہ تھا۔ اب زیر سماعت مقدموں کو مہر کردہ صندوقوں میں رکھنے کا بندوبست ہوا۔[۱]

قاضی کے انتخاب میں ہارون الرشید کی نظر کس قدر صائب تھی اس کا اندازہ اس مثال سے کیجیے کہ ایک دفعہ اس نے ایک شخص کو قاضی بنانا چاہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں فقیہ نہیں۔ ہارون نے کہا تم میں شرف ہے اس لیے گھٹیا پن سے بچتے رہو گے۔ دوسرے تم حلیم ہو اس لیے عجلت نہ کرو گے۔ اور جو شخص جلد باز نہیں ہوتا وہ غلطیاں کم کرتا ہے۔ تیرے تم مشورہ کرتے ہو ایسے شخص کے فیصلے اکثر درست ہوتے ہیں۔ رہا فقہ تو کسی فقیہ کو تمہارے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اس قاضی کے دوران منصب میں کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔[۲]

فنون حرب ہارون رحمہ اللہ میں جو لیاقت و حسن خلق وہ کسی اور عباسی تاجدار میں نظر نہیں آتی۔ ... سے ... کئی ہوئے معرکے ہوئے۔ اس مقصد کے لیے ...

---

[۱] تاریخ القضاۃ فی الاسلام ابن عرنوس ص ... ابن عرنوس

[۲] کتاب عیون الاخبار ۱ - ۲۲

نے لشکر کا ذاتی خرچ اور اہتمام کیا۔ اسلحہ کا اس قدر شاندار ذخیرہ جمع پہنچایا کہ اس میں دس ہزار تلواریں تو ایسی تھیں جن پر سونا چڑھا ہوا تھا[1]

ہارون کو جہاد میں حصہ لینے کا بہت شوق تھا۔ ہر دوسرے سال رومی علاقہ پر جا کر لشکر کشی کرتا تھا۔ اس نے رومی چیرہ دستی کو استیصال کیا اور حریفوں کے سر جھکا دیئے۔

سرحدی استحکام

ہارون نے سرحدوں پر خاص توجہ مبذول کی۔ اس سلسلہ میں اس نے مندرجہ ذیل اقدام کیے۔

۱۔ جزیرہ اور شام کی بعض سرحدوں کو ملا کر ایک الگ ولایت یعنی صوبہ بنایا تاکہ ان کا انتظام بخوبی ہو سکے۔ اس کا نام عواصم رکھا[2]

۲۔ سرحدوں پر مسلمانوں کی آبادی بڑھائی۔ رومیوں کے مقابلہ میں طرسوس کے سرحدی شہر کی تجدید آبادی کی ضرورت مدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ ہارون نے ۱۷۰ھ میں اس ضرورت کو پورا کیا۔ اس کے بعد اس نے مَصیصہ، مرعش، عینِ زربا اور ہارونیہ وغیرہ کے سرحدی شہر آباد کیے اور قلعے بنوائے[3]

مالیات

عباسی حکومت جب سے قائم ہوئی تھی خراج اور لگان کا دور بہت عمدہ تھا۔ ہارون کے عہد میں صیغۂ محاصل کا انتظام اور بھی بہتر ہوا۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب خراج لکھی جو اپنے فن میں لاجواب ہے۔ یہ محکمۂ مال کے اہل کاروں کے لیے ایک دستورالعمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بدولت تمام مملکت میں مال گزاری کے قواعد یکساں ہو گئے اور بدعنوانیوں کا احتمال بہت گھٹ گیا۔

رفاہِ عامہ

ہارون حج بیت اللہ کا بہت دلدادہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے پیدل حج کیا اس مقصد کے لیے مکہ کی راہ ہموار کی گئی۔ جابجا نہروں اور حوضوں وغیرہ سے پانی کا اہتمام ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے شہروں میں بھی اس نے آب رسانی کا عمدہ بندوبست کیا۔ اس سلسلہ میں اس کی بیوی ملکۂ زبیدہ کا کارنامہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اس نے طائف

---

[1] المامون شبلی [2] بلاذری [3] بلاذری۔ مسعودی ذکر قاہر باللہ

اور مکہ کے درمیان مُشاش نام پہاڑیوں سے ایک نہر میں لمبا چشمہ کھدوایا۔ اس کا نام عینِ مُشاش تھا۔ اس کا پانی عرفات سے گزر کر مکہ میں آیا۔ رستہ میں گھاٹیوں اور پہاڑیوں کی رکاوٹیں آتی تھیں۔ زبیدہ نے زرِ کثیر صرف کر کے چشمہ کو ان میں سے گزروایا ہے یہ چشمہ اب بھی نہر زبیدہ کے نام سے موجود ہے۔

محکمۂ صحت ہارون الرشید کے عہد میں پہلی بار شفا خانوں کا ایک مستقل صیغہ نظر آتا ہے۔ ہارون اور برامکہ طب کے بہت سرپرست تھے۔ انہوں نے متعدد ہسپتال بنوائے۔ ان میں کثیر عملہ کام کرتا تھا۔ ایک ایک ڈاکٹر کے تحت کئی شفا خانے ہوتے تھے۔ ان سب کا نگرانِ اعلیٰ رئیس الاطباء کہلاتا تھا۔[۲]

علم و حکمت بنو عباس کا خانوادہ شروع سے علم و حکمت کا شیدا تھا۔ ہارون نے یہ وصف وراثۃً پایا اور اسے بڑھایا۔ جس علمی حرکت کا آغاز منصور نے کیا تھا ہارون نے اسے کمال تک پہنچایا۔

شعراء، ادباء اور فقہاء کی طرف ہارون کا طبعی میلان تھا۔ ایک بار ایک نابینا امام کو دعوت پر بلایا اور اس کے ہاتھ خود دھلوائے[۳] حضرت امام مالکؒ سے موطا سننے کے لیے مدینہ حاضر ہوا[۴] علماء کے پاس بیٹھنے کا اس قدر فریفتہ تھا کہ بھیس بدل کر خود ان کی محفلوں میں جا بیٹھتا تھا[۵]

ہارون نے علمی ذوق کی پرورش کے لیے نہایت عمدہ ماحول پایا۔ ایک تو بغداد کا شہر جس کی فضائیں ہی علم کی بے تاب روح سے معمور تھیں۔ اس کے علاوہ قاضی ابو یوسف، خاندانِ برامکہ اور ملکہ زبیدہ، سب علم کے سرگرم خادم تھے۔ برامکہ نے بے اندازہ دولت کمائی لیکن علم و ادب کی سرپرستی میں اڑا دی۔ ہارون نے ان کا مال ضبط کیا تو جعفر برمکی کے گھر سونے، چاندی کی ٹھیکریوں سے خالی پائے[۶] ملکہ زبیدہ کی علم پرستی کا یہ عالم تھا کہ اس کی سو لونڈیاں تھیں اور وہ سب حافظِ قرآن تھیں[۷] ہارون نے اربابِ علم کی قدر افزائی کی اور ان کو مال و دولت

---

[۱] الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ... ۔ معجم البلدان [۲] رسائل شبلی بحوالہ طبقات الاطباء [۳] الفخری
[۴] تاریخ الخلفاء سیوطی [۵] ... الامامۃ والسیاسۃ ... [۶] ... [۷] ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۰۶

سے نوازا۔

ہارون نے ملک ملک سے علماء و حکماء کو بلایا۔ اس باب میں مذہب و ملت کا کوئی فرق نہ تھا۔ منکہ طبیب کو ہندوستان سے منگوایا۔ بخت یشوع بن جرجیس ہی کا شاہی طبیب مقرر تھا۔ یہ عہدہ اس کے بعد اس کے بیٹے جبریل کو ملا۔ باپ بیٹا دونوں رئیس الاطباء رہے۔

بیت الحکمت :- منصور نے اپنے عہد میں غیر ملکی کتابوں کا ترجمہ عربی میں شروع کرایا تھا۔ ہارون نے اسے ایک ادارہ کی حیثیت دی اور ترجمہ کا ایک محکمہ قائم کیا جو بیت الحکمت کہلایا۔ یہ ایک وسیع کتب خانہ اور متعدد ترجمہ نگاروں پر مشتمل تھا۔

کتب خانہ کو **خزانۃ الحکمت** کہتے تھے۔ اس کا افسر اعلیٰ جو ایک بلند پایہ عالم ہوتا تھا **امین خزانۃ الحکمت** کہلاتا تھا۔

بیت الحکمت میں عظیم پیمانہ پر کام ہوا۔ ایشیائے کوچک کی فتوحات کے دوران میں بے شمار یونانی کتابیں ہارون کے ہاتھ آئیں۔ ان کو سنبھال کر ساتھ لایا اور خزانۃ الحکمت میں داخل کیا۔[2] [illegible] ان کو عربی کا جامہ پہنوایا۔

بیت الحکمت کا سب سے پہلا امین ایک عیسائی طبیب **یوحنا بن ماسویہ** تھا۔ اس نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔[3]

ہارون نے ہندوستان سے بھی بعض طبیب منگوائے جنہوں نے سنسکرت کی کتابوں کو [illegible] منتقل کیا۔ ان میں **منکہ** بہت مشہور تھا۔ یہ برامکہ کے ہسپتال کا ناظم اعلیٰ تھا۔[4]

[illegible]ت و حرفت ہارون کے عہد میں صنعت کے بعض گوشے [illegible] ترقی کی اس قدر بلندی پر [illegible] کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہارون رشید نے شارلیمین شہنشاہ فرانس کو ایک گھڑی [illegible] بھیجی۔ اس میں [illegible] [illegible] تھے۔ ہر گھنٹہ کے گزرنے پر گھنٹوں کی [illegible] [illegible] گھنٹہ [illegible] اسی تعداد سے

---

[1] [illegible] بخت [illegible] یعنی مسیح کا حلیہ۔ عربی والے [illegible] کو منقوط کر کے بختیشوع [illegible]

[2] [illegible] ابن ندیم۔ [3] ابن العبری [4] رسائل شبلی ص ۱۰۳

مرفق تھے کی گولیاں ایک آہنی طشت پر گر کر آواز دیتی تھیں۔ یہ دروازے برابر کھلے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ جب دورہ پورا ہو جاتا تو بارہ سوار دروازوں سے نکل کر گھنٹی کی بالائی سطح پر چکر لگاتے تھے۔[1]

تجارت

بین الاقوامی تجارت اموی عہد سے مسلمان تاجروں کے ہاتھ میں تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اسے ترقی ملتی گئی۔ ہارون کے عہد تک بغداد تجارتی لحاظ سے نہ صرف اسلامی مملکت کا دل تھا بلکہ عالمی تجارت کا بھی مرکز تھا۔ دور دراز ملکوں کی خام اشیاء، مصنوعات اور دولت امڈ کر اس شہر میں جمع ہونے لگی۔ سیاست کا نقش پھیلا اور تہذیب و تمدن کا چہرہ روشن ہوا۔

تاریک پہلو

ہارون الرشید کے عہد کا جائزہ لیتے وقت ایک باریک بین نگاہ یہ دیکھ کر ٹھٹک جاتی ہے کہ زندگی کی رعنائیوں میں تخریب کے عناصر بھی پوشیدہ تھے۔ جس عیش و عشرت کی بنا ہارون نے رکھی اس نے اس کے خانوادے کو بہت جلد ڈبو دیا۔ امین ہارون کا لاڈلا تھا۔ اس نے جس انداز سے حکومت کی اگر مامون سامنے نہ آتا تو عباسی حکومت کے فوری خاتمہ میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔ ہارون نے شاہی محلات کو نشاط کے گہوارے بنا کر بعض پہلوؤں سے ملک و ملت کو شدید نقصان پہنچایا۔ اس صاحب اقبال تاجدار کی سیرت میں روشن اور تاریک پہلو دونوں پوری قوت سے جلوہ گر ہیں۔

---

[1] رسائل شبلی

محمد الامین

۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ

۸۰۹ء تا ۸۱۲ء

ہارون کے بعد محمد الامین کی بیعت ہوئی۔ امین ملکہ زبیدہ کے بطن سے تھا جو ہارون رشید کے چچا کی بیٹی تھی۔ امین نے ۱۷۰ ہجری میں رُصافہ میں ولادت پائی تھی۔

امین بے پروا اور شوقین مزاج تھا۔ لہو و لعب اور خوش وقتی کا قائل تھا۔ نہایت فیاض تھا۔

امین اور مامون کی ناچاقی

ہارون کو اپنے بیٹوں سے یگانگت کی توقع نہ تھی۔ اس لیے وہ ان کے مناصب کی تقسیم خود ہی کر گیا تھا۔ افسوس اس کی پیش بندی نے کچھ کام نہ دیا۔ اس کے آنکھ بند کرتے ہی امین اور مامون کے درمیان اختلاف نے سر اٹھایا جس نے بڑھتے بڑھتے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ امین کا وزیر فضل بن ربیع تھا اور مامون کا مشیر باتدبیر **ذوالریاستین فضل بن سہل**۔ انہوں نے بھائیوں کے درمیان آگ بھڑکانے کی تابڑ توڑ کوششیں کیں۔ اگر یہ دونوں وزیر صلح جویانہ روش اختیار کرتے تو حالات روبہ اصلاح ہو جاتے لیکن انہوں نے اپنے مفاد کی خاطر ہارون اعظم کے بیٹوں میں تلوار چلا دی۔

اختلاف کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہارون نے مامون کی دلجوئی کے لیے مرنے سے پہلے حکم دیا کہ میرا ذاتی سامان، اسلحہ اور گھوڑے وغیرہ مامون کے پاس بھیج دیے جائیں۔ امین کو اس حکم کی خبر ہوئی تو برا مانا۔ اس وقت ابن ربیع ہارون کے ساتھ تھا۔ اس نے امین کے حکم سے یہ سب اشیاء بغداد پہنچا دیں۔ مامون خراسان میں تھا۔ اسے خبر لگی تو رنجیدہ ہوا لیکن تحمل سے کام

لیا۔ امین کو اطاعت کا خط لکھا اور تحائف بھیجے۔ امین نے مامون اور مؤتمن دونوں کی ولایت [illegible]
کے علاقوں میں تسلیم کر لی[1]

۱۹۴ ہجری میں امین نے اپنے بھائی مؤتمن کو جزیرہ سے معزول کر کے بغداد بلا لیا۔ یہ قدم ہارون کے طے کردہ عہد نامہ کے خلاف تھا۔ مامون کا ماتھا ٹھنکا کہ کسی دن میری سبکدوشی بھی ہو جائے گی۔ اس نے خراسان میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنی شروع کر دی۔ قیامِ حق، احیائے سنت و استیصالِ مظالم کی طرف توجہ کی۔ سردارانِ قبائل کی دلجوئی کی اور ان کے مراتب بڑھائے۔ خراج کا چوتھائی حصہ معاف کر دیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ مامون ہمارے بہن کا بچہ، بھائی اور ہمارا بھانجا ہے[2]

فضل بن ربیع کو مامون ناپسند کرتا تھا۔ اسے خدشہ ہوا کہ اگر خلافت کسی روز مامون کے ہاتھ میں آئی تو مجھ پر ترس نہیں کرے گا۔ اس لیے وہ مامون کو ولی عہدی سے ہٹانے کے لیے فکر کرنے لگا۔ امین کو پٹی پڑھائی کہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد نامزد کر دو۔ امین نے شروع میں ہامی نہ بھری لیکن پھر مان گیا۔ اور موسیٰ کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ مامون کو علم ہوا تو امین سے مراسلت ترک کر دی۔ اس کا نام سکوں پر کندہ کرنا چھوڑ دیا اور کھلم کھلا اختلاف کا اظہار کیا[3]

اس اثنا میں رافع بن لیث اور ہرثمہ [illegible] دو جرنیل مامون سے ملحق ہو گئے۔ [illegible] کر دیا گیا۔ امین نے مامون کو خط لکھا اور [illegible] مراد کو سفیر کر کے بھیجا کہ موسیٰ کی [illegible] تسلیم کرو [illegible] سے [illegible] مامون کی بیعت کریں اور بغداد [illegible] کام کرنے لگا[4] اس کے بعد امین نے مامون سے کچھ علاقے طلب کیے [illegible] مامون نے [illegible] انکار کیا[5] [illegible] امین نے مامون کے پاس تحفے بھیجنے [illegible] مامون تیار [illegible] مقدمہ کا جو حصہ تھا لیکن ذوالریاستین نے ہمت بندھائی اور جانے سے منع کیا۔ مامون نے امین کو تحریر کیا کہ والد بزرگوار نے مجھے اس صوبہ میں مقیم کیا تھا تاکہ سرحدوں کی حفاظت کروں۔ [illegible]

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر [3] ابن اثیر [4] ابن کثیر [5] ابن اثیر۔

نہیں ہو سکتا یہ فضل بن ربیع کے ہی سینہ زور موقع تھا۔ اس نے امین کو اکسایا کہ مامون کی ولی عہدی کی منسوخی کا اعلان کرا دے۔ امین اور مامون کے درمیان خط و کتابت ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مامون [illegible] مامون نے [illegible] کے [illegible] امین نے [illegible] کا [illegible] اعلان کیا [illegible] جن پر مامون کا نام [illegible] ہیں [illegible] خطبات میں مامون کا نام نہ لیا جائے[5] ادھر مامون نے بھی امام المومنین کا لقب اختیار کر لیا[6]

امین اور مامون کے درمیان جنگ

پہلی فوج: امین نے ۱۹۵ھ میں علی بن عیسیٰ کو جو ابن ماہان کہلاتا تھا چالیس ہزار کا آراستہ لشکر دے کر مامون کے خلاف بھیجا۔ روانگی سے قبل زبیدہ لشکر میں آئی اور علی بن عیسیٰ کو نصیحت کی کہ مامون کو گرفتار کرنے کے بعد اس کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ اسے نقرئی بیڑی دی کہ مامون کو اسی سے باندھ کر احترام سے لانا۔ امین نے بھی ہدایت دی کہ مامون کو مارنے کے بجائے گرفتار کرنے کی کوشش کرنا۔ رَے کے مقام پر مامون کے جرنیل طاہر بن حسین نے چار ہزار لشکر کے ساتھ سامنا کیا۔ بغدادی فوج کو خراسانی فوج کے سامنے ٹھہرنا مشکل تھا۔ خراسانی ایک تو بغداد کی شہری فوج کے مقابلہ میں زیادہ بہادر اور محنت جان تھے اور دوسرے انہیں مامون سے سچی عقیدت تھی۔ بغدادی فوج بھاگی اور ابن ماہان مارا گیا۔ امین مچھلی کا شکار کر رہا تھا کہ یہ خبر پہنچی۔ اس نے قاصد سے کہا، تمہارا برا ہو، مجھے نہ چھیڑو، کوثر خادم نے دو مچھلیاں شکار کر لی ہیں اور میں نے ابھی تک ایک بھی نہیں پکڑی۔ تاہم جب امین نے دیکھا کہ شکست نے بغداد میں اضطراب پیدا کر دیا ہے تو ہوش آئے اور عہد شکنی پر نادم ہوا[7]

دوسری فوج (۱۹۵ھ): امین نے اب ایک اور لشکر بھیجا جس کی تعداد بیس ہزار تھی

---

۱ ابن اثیر۔ ابن کثیر ۲ ابن کثیر ۳ ابن اثیر ۴ ابن اثیر ۵ ابن کثیر ۶ ابن کثیر ۷ ابن کثیر۔

اس کا سالار عبد الرحمن بن جبلہ تھا۔ طاہر بن حسین سے ہمدان کے قریب ایک شدید جنگ ہوئی
دونوں طرف سے شجاعانہ حملے ہوئے۔ بغدادی فوج نے بزدلی دکھائی۔ عبد الرحمن بن جبلہ نے بھاگ کر
ہمدان میں پناہ لی۔ مختصر سے محاصرہ کے بعد اس نے صلح کی التجا کی۔ طاہر نے امان دے دی
لیکن بغداد کا قصد ترک نہ ہوا لیکن جب خراسانی فوج کو غافل دیکھا تو اس پر حملہ [illegible]
بہت لوگ مار دیے۔ خراسانیوں نے مقابلہ پر تلوار اٹھائی تو بغدادیوں کے قدم نہ جم سکے۔
عبد الرحمن کام آیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے[1]

فراری فوج شہر میں آ کر پھیل گئی اور نظام متزلزل ہونے لگا۔ طاہر نے امین کے عمال
کو قزوین اور اس کے اطراف سے نکال دیا۔ وہاں کے کارندوں نے کام سنبھالا اور اس کی طاقت
بڑھ گئی۔ ادھر شام میں اچانک بغاوت ہو گئی۔ امین کو اس کی سرکوبی کے لیے لشکر کشی کرنی پڑی[2]
امین ان حالات میں بھی نہ گھبرایا۔ برابر خوش وقتی اور ناؤ نوش میں مصروف رہا۔ فضل بن ربیع
جھنجھلا اٹھا۔ اس نے ایک عرب سردار اسد بن یزید کو بلایا۔ فضل کی آنکھیں اس وقت غصہ
سے انگارہ تھیں۔ اس نے اسد سے کہا امین نشہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ مامون دور بیٹھے تاک تاک
کر موت کے تیر نشانہ پر پھینک رہا ہے۔ فوجیں گھوڑوں پر صف بستہ ہیں۔ مصائب نے نیزوں
کی انیوں اور تلوار کی دھاروں کو نشیمن بنا لیا ہے۔

اے اسد! ہم ایک تنے کی دو شاخیں ہیں۔ تنہ پختہ رہا تو ہم بھی توانا رہیں گے اور [illegible]
تو ہم بھی ناطاقت ہو جائیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ [illegible]
تجھ پر بھروسا ہے۔ تم مامون کے مقابلے میں تیار ہو جاؤ۔ [illegible] اسد دو [illegible]
[illegible] اسد نے رائے دی کہ اگر مامون اطاعت نہ کرے تو اس کے دونوں [illegible]
بغداد میں امین کے پاس ہیں قتل کر دیے جائیں۔ امین کی حمیت نے جوش کھایا اور [illegible]
میں تجھے رفعت دلا رہا ہوں اور تم مجھے اپنی اولاد اور کنبہ کو ذبح کرنے کا سبق پڑھاتے ہو۔
امین نے اسد کو قید میں ڈال دیا اور پھر اس کے چچا احمد بن مزید کی سفارش پر رہا کیا[3]

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن اثیر۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امین کے دل میں اپنے بھائی کے خلاف عداوت تو تھی
بھی تو دیوانگی کی حد تک نہ تھی۔ ایک تو وہ طبعاً بزدل تھا اور دوسرے یہ دیکھ کر کہ مقابلہ
بھائی سے ہے اس نے گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ جنگی تیاریوں میں فضل بن ربیع کا ہاتھ کام کر
رہا تھا جسے امین سے زیادہ اپنی گردن کی فکر تھی۔

تیسری فوج: امین نے احمد بن مزید اور عبداللہ بن قحطبہ کو بیس بیس ہزار کے دو
لشکروں کے ساتھ روانہ کیا۔ امین کی یہ فاش غلطی تھی کہ ایک ہی فوج پر دو الگ الگ سردار
مقرر کیے۔ طاہر بن حسین نے اس دوئی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ طاہر اس وقت حلوان میں تھا
شاہی فوج قریب آئی تو اس نے اپنے گرد خندق کھدوائی اور بجائے میدان میں آنے کے انہیں
دھوکے سے شکست دینے کی سوچی۔ اس نے شاہی کیمپ میں جاسوس روانہ کیے تاکہ وہ دونوں
سرداروں اور فوج کے درمیان پھوٹ پیدا کریں۔ انہوں نے طرح طرح کی افواہیں پھیلائیں۔ ان
میں سے ایک یہ تھی کہ امین نے اپنے ملازموں میں تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں اور ان کی تنخواہیں
بہت بڑھا دی ہیں۔ اس افواہ سے نہ صرف فوج میں بلکہ سالاران لشکر میں بھی نزاع پیدا ہو گئی
اور باہم تلوار چل گئی۔ نتیجہ یہ کہ دونوں امیر طاہر سے جنگ کیے بغیر واپس چلے گئے[1]

مامون ابھی تک امام المومنین کہلاتا تھا۔ اب اس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور امیر المومنین
کہلانے لگا[2] اس نے طاہر کے علاوہ ہرثمہ بن اعین کو بھی امین کے خلاف مامور کیا۔[3] یہ
دونوں سالار نہایت تیز رفتاری سے امین کے علاقے زیر نگیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے۔

مامون کی حرمین میں بیعت: مکہ کے عامل داؤد بن علی نے علمائے ملت کو اکٹھا
کر کے کہا کہ ہارون نے اپنے بیٹوں کے حق میں ہماری بیعت لی تھی اور قرارداد کعبہ میں لٹکا
رکھ دی تھی۔ لیکن امین نے عہد شکنی کی اور اپنے دودھ پیتے بچے کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔
اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے لہٰذا ہماری اطاعت کا حق دار نہیں۔ سب نے اتفاق کیا

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن کثیر۔

[illegible] عوام نے اس کا رخ کرنا شروع کیا۔ جو محلے اس کے قبضہ میں تھے وہاں امن و امان [illegible] اس لیے لوگ اس کی طرف اور راغب ہونے لگے۔

[illegible] تقریباً ایک برس گزر گیا۔ امین کی تنگ دستی اور تنگ حالی حد سے گزرنے لگی۔ [illegible] امیروں اور مشیروں کو اکٹھا کیا۔ پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ بحث و تمحیص کے بعد [illegible] کہ امین ہرثمہ کے پاس پناہ لے۔ ہرثمہ کو یہ پیغام بھیجا گیا تو اس نے خوشی منظور کیا [illegible] کہ فلاں رات امین کو خود لینے آؤں گا۔ امین نے مقررہ وقت پر خلافت کا لباس زیب تن کیا۔ بچوں کو بلا کر سینے لگایا اور آنسو پونچھتا ہوا محل سے نکلا۔ ہرثمہ پیشوائی کو موجود تھا اس نے اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لیا۔

طاہر کو اس منصوبہ کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ امین میری فوج کے علاقہ میں ہے اور میرے محاصرہ سے عاجز آکر امان کا طالب ہوا ہے۔ اب اگر وہ ہرثمہ کی پناہ اختیار کرے تو فتح ہرثمہ کے حصے میں آئے گی۔ طاہر چند آدمی لے کر موقع پر پہنچا اور کشتی پر پتھر برسا کر اسے غرقاب کر دیا۔ امین بڑی مشکل سے تیرتا ہوا کنارے لگا۔ چند سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے ایک مکان میں بند کر دیا۔ وہ نیم لباس میں تھا۔ خوف اور دہشت سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ سحر قریب تھی۔ طاہر کے آدمی اسے قتل کرنے آئے۔ امین اٹھا اور کہنے لگا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا یہاں کوئی فریاد رس نہیں؟ اس نے [illegible] اٹھا کر اپنی ڈھال بنایا اور [illegible] سپاہیوں نے زخمی کر کے گرایا اور سر کاٹ کر الگ کر دیا۔[2]

امین کے قتل کے بعد شہر میں امن ہو گیا۔ لوگوں نے مامون کی بیعت کر لی۔[3]

امین کا سر طاہر کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے [illegible] پر [illegible] ایک دروازے کے پاس نصب کیا۔ اس کے بعد سے مامون کے پاس روانہ کیا۔ مامون دیکھ کر سجدۂ شکر بجا لایا لیکن اس کے دل میں طاہر کی طرف سے [illegible] پڑ گئی کیونکہ مامون نے امین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔[4]

فضل بن ربیع امین کو موت کے حوالے کر کے روپوش ہو گیا۔ مامون نے اسے امان نامہ

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر، ابن اثیر [3] ابن کثیر [4] ابن کثیر

بلکہ جیسے ہی جب وہ اس کے پاس حاضر ہوا تو معزول کر دیا لیکن [illegible] کے [illegible]
تک ۔ ۔ ۲۰۰ ہجری میں گمنامی کی موت مر گیا۔[1]

امین اور مامون کی خانہ جنگی کے نتائج

[illegible]

۱۔ بغداد کے شہر کو بے اندازہ نقصان پہنچا۔ جتنے ہی [illegible] بربادی کی آغوش میں چلے گئے۔

۲۔ خلیفہ کو گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے ذبح کیا گیا۔ اس سے خلافت کی بے عزتی ہوئی۔

۳۔ فضل بن سہل خلیفہ پر حاوی ہو گیا۔ اسے بہت مدت تک کاروبارِ حکومت سے جدا رکھا۔ جگہ جگہ بغاوتیں رونما ہونے لگیں۔

۴۔ فضل بن سہل عجمی تھا۔ اس کے دم سے عجمیت کا فروغ شروع ہوا اور عربوں کی قومیت اور تہذیب کا وقار گھٹنے لگا۔

۵۔ عَلَوِیّہ کی قدر بڑھی۔ عجم کے لوگ اہل بیت کے بہت معتقد تھے۔ ان کی برتری کے ساتھ اہل بیت کی قدر و منزلت بھی جم گئی۔ مامون نے حضرت علیؓ الرضا کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

---

[1] ابن کثیر سنہ ۲۰۰ ہجری۔

عبداللہ المامون

۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ

۸۱۳ء تا ۸۳۳ء

<u>تعارف</u> — امین کے قتل کے بعد مامون حکومت پر قابض ہوا۔ مامون ۱۷۰ ہجری میں ایک لونڈی مراجل نام کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جس رات وہ عالم وجود میں آیا اس رات ہادی نے وفات پائی اور مامون کے باپ ہارون کو خلافت کا مژدہ ملا۔

مامون نے متعدد علوم میں دستگاہ پیدا کی تھی۔ قرآن حکیم کا حافظ تھا۔ حدیث اور فقہ کے علاوہ نحو، ہیئت، علم الکلام اور علم نجوم میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اس کو خوش قسمتی سے جعفر برمکی جیسا اتالیق میسر ہوا جس نے اس کی قدرتی استعداد کو چمکا کر قابلیت کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا۔

مامونی حکومت کا پہلا دور

مامون کے عہد حکومت کو ہم دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ پہلا دور ۱۹۸ تا ۲۰۲ھ تک ہے جس میں مامون خود خراسان کے مرکز مرو میں مقیم رہا اور سلطنت میں ہر طرف فتنوں کے بادل چھائے رہے۔ دوسرا دور قیام بغداد کا ہے۔ یہ امن اور تعمیر کا دور ہے۔

مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کی مدد سے حکومت حاصل کی تھی اس لیے اس کا مرہونِ احسان تھا۔ اسے ذوالریاستین کا لقب دیا اور بعض بڑے بڑے صوبے اس کے تصرف میں دے دیئے[1] ذوالریاستین کے معنی ہیں دو ریاستوں والا یعنی

---

[1] ابن کثیر۔

ریاستِ حرب (امارتِ فوج) اور ریاستِ تدبیر (وزارت) دونوں کا مالک تھا۔
فضل بن سہل سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کی کوشش رہی کہ مامون مرو ہی میں رہے
تاکہ امورِ حکومت کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ مامون نے تقریباً چار برس یہیں اقامت رکھی۔
فضل اس اثناء میں من مانی کارروائیاں کرتا رہا۔ فضل کی خود سری کی وجہ سے لوگ اسے پسند
نہیں کرتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ عوام میں مشہور ہو گیا کہ اس نے مامون کو مغلوب کر کے ایک
قلعہ میں بند کر رکھا ہے[1] یہ سن کر بنو ہاشم اور دیگر عمائدِ قوم فکر مند اور رنجیدہ تھے۔ عوام میں بھی
شبہات پھیلے۔ قسمت آزماؤں کو موقع ملا اور ہر طرف فتنوں اور شورشوں کا دور دورہ ہو گیا۔

نصر بن سیّار بن شبث کی بغاوت

المامون کی خلافت سے پہلے ہی برس شام کے علاقہ میں ایک شخص
نصر نام نے جو امین کا حامی تھا بغاوت کر دی۔ وہ تقریباً گیارہ برس تک حکومت کو چیلنج کرتا رہا۔
مامون کی چھوٹی موٹی مہمیں ناکام رہیں۔ آخر عبداللہ بن طاہر بن حسین نے پانچ برس کی جنگ کے
بعد سے محصور کیا۔ نصر نے تنگ آکر امان طلب کی۔ عبداللہ نے مامون کو اطلاع دی۔ اس
نے اجازت دے دی اور نصر امان حاصل کر کے ۲۱۰ ہجری میں بغداد میں مامون کے پاس
حاضر ہوا[2]

حسن بن الہرش کی بغاوت

۱۹۸ھ میں ایک شخص حسن بن الہرش نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ لوٹ مار کی اور فساد پھیلایا۔
مامون کے لشکر نے ۱۹۹ ہجری میں اس کو خاتمہ کیا[3]

ابن طباطبا

۱۹۹ ہجری میں محمد بن ابراہیم نے جو ابنِ طباطبا کہلاتے تھے کوفہ میں
خروج کیا۔ آپ حضرت حسن مثنیٰ کی اولاد سے تھے۔ رضا من آل محمد
اور کتاب و سنت کی دعوت دیتے تھے۔ کوفہ اور اس کے نواح کے علاوہ بعض دور افتادہ
علاقوں کے بادیہ نشین بھی ان کی فوج میں شامل ہو گئے[4]

---

[1] جہشیاری صفحہ ۳۰۶ [2] ابن اثیر [3] ابن اثیر۔ ابن کثیر [4] ابن کثیر [5] ابن کثیر۔

ابن طباطبا کا دستِ راست ایک شخص ابو السَّرایا سَری بن منصور شیبانی نام تھا[1]۔ ابوالسَّرایا کے معنی ہیں لشکروں والا۔ پہلے گدھے کرایہ پر چلاتا تھا۔ پھر لوٹ کھسوٹ اور قزّاقی کا پیشہ اختیار کیا۔ بعد میں مختلف امرائے فوج کے تحت وقتاً فوقتاً کام کرتا رہا۔ امین کے محاصرہ کے دوران میں ہرثمہ کے لشکر میں تھا۔ پھر اس سے ناراض ہو کر چلا گیا اور ادھر اُدھر چھاپے مارتا رہا۔ محمد بن ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو ان کی بیعت کر لی۔ کوفہ کے قبضہ میں اس کی مدد شامل تھی[2]۔

حسن بن سہل نے بغداد سے دس ہزار فوج کوفہ کی بازیافت کے لیے بھیجی۔ مقابلہ ہوا تو ابن طباطبا نے فتح پائی لیکن دوسرے روز اچانک رحلت کر گئے۔ آپ کی وفات کے بارے میں خیال ہے کہ ابوالسرایا نے آپ کو زہر دے دی تھی۔ آپ کی زندگی میں ابوالسرایا کا چراغ جلنا مشکل تھا۔ وہ اقتدار کا بھوکا تھا، اس لیے راستہ سے ہٹا دیا[3]۔

ابوالسَّرایا نے ایک کم عمر سید زادے محمد بن محمد کو ابن طباطبا کا جانشین کیا۔ محمد بن محمد حضرت حسینؑ کی اولاد سے تھے۔ ابوالسرایا نے آپ کی کم سنی سے فائدہ اٹھا کر اختیارات کی زمام اپنے ہاتھ میں رکھی۔ بغداد سے چار ہزار کا ایک اور لشکر آیا۔ ان میں سے کوئی واپس نہ جا سکا، مارا گیا، یا گرفتار ہوا۔ اس کے بعد ابوالسرایا کی طاقت اچانک بڑھ گئی۔ حجاز، یمن، فارس وغیرہ پر اس کے عمّال قابض ہو گئے۔ کوفہ میں ابوالسرایا نے اپنے سکے ڈھالے[4]۔

حالات دگرگوں ہو گئے تو حسن بن سہل نے ہَرثَمہ بن اعیَن کو مدد کے لیے لکھا۔ ہرثمہ نے ابوالسرایا کے لشکروں کو تاربتر [illegible] شکستیں دیں اور انھیں کوفہ تک محدود کر دیا۔ پھر کوفہ پر [illegible] ڈالا۔ کوفیوں نے تنگ آ کر ابوالسرایا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ کوفہ سے نکل گیا اور ہرثمہ نے [illegible] کر لیا۔ ابوالسرایا [illegible] [illegible] رستے میں روکا۔ [illegible] ابوالسرایا گرفتار [illegible] اپنے [illegible] سب [illegible] حیثیت [illegible] [illegible] شاہی فوج نے [illegible] حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا [illegible] گردن [illegible] [illegible] سے [illegible] اور بغداد میں

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن اثیر، ابن کثیر [4] ابن اثیر، ابن کثیر [5] ابن اثیر۔

مون کا لشکر آیا تو زید نے بغیر مقابلہ کیے امان طلب کی جو مل گئی[1]

بغداد میں بدنظمی

مامون حکومت کی باگ ڈور فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل کے حوالے کر کے مرو میں بے فکری کے دن گزار رہا تھا۔ فضل نے اس کے دل میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ خلافت کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ عراق اور بغداد میں آئے دن جو ہنگامے اٹھ رہے تھے مامون کو ان کی خبر نہ تھی۔ ہرثمہ بن اعین نے ابوالسرایا کو شکست دینے کے بعد فیصلہ کیا کہ مامون کو سب حالات سے آگاہ کرنا چاہیے۔ وہ مرو کی طرف روانہ ہوا۔ فضل کو ہرثمہ کی نیت سے آگاہی ہوئی تو مامون کے کان بھرے کہ ہرثمہ کی ابوالسرایا سے ساز باز تھی۔ اس نے ابوالسرایا کو مقابلہ پر اکسایا تھا۔ مامون پر ان دنوں فضل کا جادو سوار تھا، مان گیا۔ ہرثمہ مامون کے پاس حاضر ہوا تو اس نے زدوکوب کے بعد قید میں ڈال دیا۔ چند دن بعد قتل کروا دیا[2]

بغداد میں ہرثمہ کے قتل کی خبر پہنچی تو رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ ہرثمہ ایک محبوب جرنیل تھا۔ وہ عرب تھا اور سہل کے بیٹے عجمی تھے۔ عرب آبادی کو ہرثمہ کی موت کا بہت صدمہ ہوا۔ وہ جان گئے کہ یہ فضل اور حسن کی سازش کا نتیجہ ہے۔ حسن کا سلوک بغدادی فوج سے اچھا نہیں تھا۔ ان کی تنخواہیں بھی کئی ماہ سے واجب الادا تھیں۔ فوج کے ایک حصہ نے بغاوت کر دی۔ بغداد میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک حسن کے حامیوں کا اور ایک مخالفین کا تھا۔ تین روز کی جنگ کے بعد اس شرط پر عارضی صلح ہوئی کہ وہ انھیں تنخواہ کا کچھ حصہ رمضان کے اخراجات کے لیے دے گا۔ اس نے اس عہد کا ایفا نہ کیا اور بدستور ٹالتا رہا[3]

حسن بن سہل بغداد کا نظام بحال رکھنے میں ناکام رہا۔ نہایت بے تدبیر اور متعصب تھا۔ اس کو بغداد اور اہلِ بغداد سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ نظم و نسق بد سے بدتر ہوتا گیا۔

بغداد کی بدنظمی ۲۰۱ ہجری تک انتہا کو پہنچ گئی۔ شہر اور اس کے نواح میں عیاروں، غنڈوں، شاطروں (نوسربازوں) اور فاسقوں (بدمعاشوں) کی بہتات ہو گئی۔ غنڈے راہ چلتوں کو روکتے اور

---

[1] ابن اثیر [2] ابن اثیر [3] ابن کثیر۔

سے بیعت لے لی اور فرمان جاری کیا کہ حکومت کا شعار اب بجائے سیاہ کے سبز لباس ہوگا[۱]
اس نے امام علی سے اپنی بیٹی اُمِّ حبیب کا نکاح کر دیا اور ان کے بیٹے محمد سے اپنی دوسری بیٹی
اُمِّ فضل کا[۲]

ابراہیم بنُ المہدی کی بغاوت

المامون نے جناب علی الرضا کو ولی عہد مقرر کیا تو عباسیوں نے مقابلہ کی ٹھان لی۔ مہدی
کے دو بیٹوں ابراہیم اور منصور نے ان کی قیادت سنبھال لی۔ ۲۰۲ ہجری کے پہلے دن ابراہیم بن
مہدی کی المبارک کے لقب سے بغداد میں بیعت ہوگئی[۳] عوام کی اکثریت نے دل وجان
سے ابراہیم کا ساتھ دیا کیونکہ ان کے خیال میں مامون ایک بے بس حکمران تھا اور اصل حکومت فضل
بن سہل کے ہاتھ میں تھی۔ فضل اہلِ بیعت کا ارادت مند اور ہوا خواہ تھا۔ لوگوں نے سوچا کہ اسی
نے امام علی کو ولی عہد نامزد کیا ہے[۴]

ابراہیم نے کوفہ اور اس کے ارد گرد کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پاس خزانہ کی کمی تھی
فوج کو تنخواہیں نہ دے سکا۔ اہلِ فوج نے آس پاس لوٹ مچادی۔ ادھر بغداد کی آبادی بھی دو گروہوں
میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک گروہ نے مامون کی حمایت کی اور ابراہیم سے برسرِ جنگ رہا[۵]

مامون کی بغداد کو روانگی ۲۰۲۱ ہجری

المامون کی حکومت سے [illegible] بغداد
[illegible] پر ابراہیم کا قبضہ تھا۔ عراق و عرب کے دیگر علاقوں [illegible] لیکن مامون
اپنی آنکھوں پر فضل بن سہل کی پٹی باندھے [illegible]
[illegible] میر کو [illegible]
[illegible] آخر حضرت علی الرضا نے مامون کو [illegible]
[illegible] شورشوں اور فتنوں کی [illegible] ہوگا۔ [illegible] مامون

لہ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۴۷ [illegible] ابن کثیر سنہ ۲۰۲ھ [illegible] ابن کثیر
ہے ابن اثیر ۵ ابن کثیر۔

[illegible] بنو عباس میری ولی عہدی بیعت کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ مامون [illegible]
[illegible] رضا کی تصدیق چاہی تو مامون نے فضل بن سہل کے [illegible] سے بچنے [illegible]
[illegible] اور پھر امام رضا کی تصدیق کی۔ انہوں نے [illegible]
[illegible] تھے۔ تم نے فضل کے بہکاوے میں آکر ہرثمہ کو [illegible]
[illegible] جہاں وہ بے کار پڑا ہے اور [illegible] کوئی خدمت نہیں لے سکتے۔ سلطنت کا امن
[illegible] ہو چکا ہے۔ مامون نے یہ سن کر بغداد جانے کا فیصلہ کیا[1] فضل بن سہل
[illegible] حالات کا علم ہوا [illegible] سامنے حالات کھولے تھے انہیں مارا پیٹا، ور
ڈاڑھیاں نچوا دیں [illegible] مامون کی طرف سے امان حاصل تھی۔ مامون نے [illegible] لیا اور فضل
کو ہمراہ لے کر بغداد کی طرف کوچ کیا۔

سرخس کے مقام پر پہنچے تو چار غلاموں نے فضل بن سہل کو حمام ہی میں مار دیا اور فرار ہو گئے[2]
مامون نے ان کی گرفتاری پر دس ہزار دینار کے انعام کا اعلان کیا۔ وہ پکڑے گئے۔ مامون کے
سامنے پیش ہوئے تو اس نے پوچھا، تم نے فضل کو کیوں ہلاک کیا تھا؟ وہ بولے، تم نے ہی
تو ہمیں ان کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مامون نے ان کی گردنیں کٹوا دیں اور سر حسن بن سہل کے پاس
بھیجے[3] حسن کو تعزیت کا خط لکھا اور فضل کی جگہ وزیر بنایا۔ حسن کی مزید دلجوئی کے لیے اسی
سال اس کی بیٹی بوران سے نکاح کیا[4]

مامون کا گزر رستہ میں طوس پر ہوا جہاں اس [illegible] ہارون کا مزار تھا۔ یہاں چند روز
[illegible] ان ایام میں امام رضا نے انگور کھائے [illegible] بیمار پڑ گئے اور چل بسے [illegible]
مامون نے [illegible] اظہار کیا اور اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا۔ حسن بن سہل [illegible]
امام رضا سے بیعت [illegible] اسے تعزیت کا خط لکھا[5] کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضا
کو زہر دی تھی لیکن یہ محض افسانہ ہے۔

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن اثیر [5] ابن کثیر
[6] ابن کثیر

پہلا دور وہ ہے جب وہ کارِ خلافت سے بے خبر خراسان میں بیٹھا علمی بحثیں سن رہا تھا اور نظامِ دولت روز بروز مختل ہو جاتا تھا۔ ان دنوں مامون کو مسندِ شاہی سے کوئی خاص شغف نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس نے خلافت امام رضا کو سونپنا چاہی اور پھر انہیں اپنا جانشین نامزد کرنے پر اکتفا کیا۔ دوسرا دور وہ ہے جب وہ بغداد میں منتقل ہوا اور سیاہ و سفید اپنے ہاتھ میں لیا۔

مامون اپنے پیشرو عباسی خلفاء کی طرح جہاں داری کے جوہروں سے مالا مال تھا۔ اب اس نے ہر کام کو خود زیرِ نگاہ رکھا۔ وزراء و عمّال سب کی نگرانی کرتا تھا۔ اس نے پوری قلمرو کا دورہ کیا۔ وہ پہلا عباسی خلیفہ ہے جس نے مصر کا سفر کیا اور دیہات میں پھر کر حالات کا جائزہ لیا۔

عباسی عہد میں وزیر کا عہدہ کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ مامون کی رائے وزیر کے بارے میں یہ تھی کہ صاحبِ عفت اور شستہ آداب ہو، پختہ رائے رکھتا ہو، راز کی حفاظت کر سکے۔ حلم اور علم سے بہرہ ور ہو، امیرانہ دبدبہ رکھتا ہو، علماء کی طرح بے غرور اور فقہاء کی طرح خردمند ہو۔ مامون نے یہ اوصاف وزیر کے لیے لازم قرار دیے تھے لیکن اس کی سیرت و کردار کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان میں سے کوئی وصف نہ تھا جو خود مامون میں بھی بمرتبۂ کمال موجود نہ ہو۔ مامون کی ہمہ گیر اور بوقلموں شخصیت امراء و رعیّت سب پر حاوی ہو گئی۔ وہ اپنے باپ ہارون رشید کی طرح خوش ذوق، باشعور اور حامیِ علم و دین تھا۔ اس نے ہارون کے عہد نے جو زریں رنگ اختیار کیا تھا اس کی تابانی میں فرق نہ آنے دیا۔

نظم و ضبط

مامون کے نظم و انضباط میں مندرجہ ذیل عناصر نظر آتے ہیں:

۱۔ نرمی و سخت گیری کا خوش گوار امتزاج: مامون حکومت کے معاملہ میں سخت گیر اور بے لاگ تھا۔ لیکن ذاتی معاملات میں انتہا کا متحمل اور نرم مزاج تھا۔ کہا کرتا تھا کہ لوگوں کو میرے حلم و عفو کا علم ہو تو میرا خوف ان کے دلوں سے جاتا رہے۔ ملازم بعض دفعہ گستاخی کرتے اور وہ نظر انداز کر دیتا۔ ایک دن کشتی میں سوار تھا۔ ایک ملاح کو دوسرے شخص سے کہتے سنا کہ مامون اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد مجھے کیوں کر اچھا لگ سکتا ہے۔ مامون اپنے حاشیہ نشینوں سے فقط اتنا کہہ کر چپ رہ گیا کہ کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے کہ میں اس جلیل القدر ہستی کی نگاہ میں کیسے عزت پاؤں[1]

---

[1] ابن کثیر ص ۲۷۰

تنخواہیں مقرر تھیں تاکہ رشوت کی طرف رخ نہ کریں۔ اگر ہارون کو قاضی ابو یوسف ایسی زندہ جاوید ہستی میسر آئی تو مامون کو یحییٰ بن اکثم ایسے لازوال شخصیت سے بے نظیر کی خدمات سے فائدہ پہنچا۔ یحییٰ [illegible] برس [illegible] بصرہ کے قاضی بنے۔ مامون [illegible] قاضی القضاۃ کا عہدہ [illegible]۔

مامون [illegible] مامون کی خلاف [illegible] مقدمہ [illegible] چنانچہ ایک شخص نے مامون پر تیس ہزار کا دعویٰ کیا۔ دونوں قاضی یحییٰ کے سامنے پیش ہوئے تو ملازم نے مامون کے بیٹھنے کے لیے قالین بچھایا۔ قاضی نے منع کیا کہ عدالت میں اپنے حریف کے ساتھ [illegible] مجلس نہ ہو۔ مدعی کے پاس چونکہ ثبوت نہ تھا اس لیے قاضی نے مامون کو قسم دلانی چاہی۔ مامون نے مدعی کو مطلوبہ رقم دے دی اور کہا یہ رقم اس لیے دیتا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے زبردستی تمہارا مال مار لیا[1]

فیصلوں کا ریکارڈ رکھنے کا اہتمام حضرت معاویہؓ کے عہد سے تھا۔ بعد میں وقتاً فوقتاً اس ضمن میں مزید اہتمامات ہوتے رہے۔ مامون کے عہد تک عدالتی ریکارڈ بہت مضبوط صورت اختیار کر گیا۔

مالیات مامون کے عہد تک محاصل میں اس قدر اضافہ ہو چکا تھا کہ اس نے مالیہ کی شرح گھٹا دی۔

فوج مامون کے عہد میں جس قدر مستقل فوج تھی اس سے قبل کسی خلیفہ کے عہد میں نہ تھی۔[2] اس کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی۔ سواری اور ہتھیار سرکار کی طرف سے ملتے تھے۔

بحریہ اموی عہد میں تیونس میں جہاز سازی کا جو کارخانہ قائم ہوا تھا مامون نے اسے اور پھیلایا۔ بحری بیڑا بہت وسیع ہوا۔ آتش بار جہاز بھی بنائے گئے جنہیں حراقہ کہتے تھے۔[3]

---

[1] مستطرف باب دل صد ۱۳۸ [2] طیفور ۲-۲۲ [3] المامون شبلی۔

[3] المامون شبلی۔

اور سربستہ کتب خانہ ان کے آگے کھول دیا۔ یہ حکماء کام کا سرمایہ چھانٹ کر ساتھ لائے اور دار الحکمت میں ان کے ترجمہ کا آغاز ہوا۔[۱] ان میں اکثر فلسفہ کی کتابیں تھیں۔ ان کے ترجموں کی عام اشاعت ہوئی۔

بیت الحکمت کی ممتاز ترین ہستیوں میں حُنین بن اسحاق، محمد بن موسیٰ خوارزمی اور یعقوب کِندی تھے۔ حُنین بن اسحاق فلسفہ کا ماہر تھا۔ اس نے کتابوں کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھانی۔ اور پھر انہیں عربی کے خوب صورت قالب میں ڈھالا۔ اس نے ایک سو سے زائد کتابوں کو ترجمہ کا لباس پہنایا۔ خوارزمی وہ ہستی ہے جس نے جبر و مقابلہ (الجبرا) پر دنیا کی پہلی کتاب لکھی۔ یہ مامون کی فرمائش کا نتیجہ تھی۔ یعقوب کندی فلسفۂ عام میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

علمِ نجوم و ہیئت: علمِ نجوم کے سلسلہ میں کئی تحقیقات ہوئیں اور ایک نئی زیج وجود میں آئی جس کو زیجُ المامونی کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا بھر کی زیجوں سے بازی لے گئی۔ اجرامِ فلکی کے مطالعہ کے لیے ایک عظیم الشان رصدگاہ قائم ہوئی جس میں مایۂ ناز علماء کام کرتے تھے۔ ہیئت کے ماہرین میں خوارزمی کا نام سرِفہرست تھا۔ مامون کے حکم سے زمین کی گولائی کا اندازہ کیا گیا جو ۲۴ ہزار میل نکلا۔

تابناک دور

مامون کا عہد ہر لحاظ سے بنو عباس کا تابناک ترین عہد تھا۔ مہدی اور ہارون کی ان تھک مساعی کا ثمرہ دورِ مامون کے حصے میں آیا۔ اس نے خداداد قابلیت اور شبانہ روز محنت سے سلطنت کو چار چاند لگائے۔ انتظام اور نظم و نسق کا یہ عالم تھا کہ کوئی جرم پوشیدہ نہ رہ سکتا اور نہ مجرم سزا سے بچ سکتا تھا۔ امن شکنی کا حوصلہ کرنا آسان نہ تھا۔ شہر آباد اور رستے پرامن تھے۔ ملک میں خوشحالی، ثروت اور دولت کی کثرت تھی۔ احتیاج کے پھندے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ مامون نے ملک کے ہر حصے میں معذور، اپاہج، بیوہ، یتیم سب کے روزینے جاری کر دیے۔ جو آدمی کام سے نہیں رکا

۱؎ الفہرست

تھا اس کے لیے کام مہیا کیا جاتا تھا یا اسے زر [illegible]
سے شادی کی تو انیس دن تک جب کہ برات وز [illegible]
[illegible]

حکومت کے میلان سے رعیت بھی متاثر [illegible]
سے بغداد کی سرزمین سے علم و حکمت [illegible]
جنہوں نے صدیوں نہ صرف عہد اسلام بلکہ یورپ [illegible]
حرفت نے آسائشیں اور آرائشیں بہم پہنچائیں۔ زندگی فرحت و مسرت کی گود میں کھیلنے لگی۔

عہد مامون کی نعمتیں صرف اہل اسلام کے لیے نہ تھیں بلکہ اہل ذمہ بھی ان سے وقف تھیں۔ بغداد میں عیسائیوں کی کثیر تعداد آباد تھی۔ یہ لوگ چین سے اپنے خوبصورت گرجوں میں عبادت کرتے تھے۔ طب اور فلسفہ کی تعلیم پر زیادہ تر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ ان کے علماء قابل رشک مشاہرے اور بھلے وظیفے حاصل کرتے تھے اور شاہانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے۔

مامون کا بیرونی دنیا پر بھی رعب و داب تھا۔ اس کی بری اور بحری فوج نے بڑے بڑے ملکوں کو دبا دیا تھا۔ سب کو اسلامی عظمت کا دبدبہ ماننا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ شاہ روم نے اسے قیمتی تحفے بھیجے۔ مامون نے کہا کہ اس کے عوض دوگنا تحائف بھیجو تاکہ اسے اسلامی غلبہ کا احساس ہو[1]

مامونی جلال ہمیں ولیدی عظمت کی یاد دلاتا ہے۔ ان دونوں فرمانرواؤں میں بہت حد تک مماثلت نظر آتی ہے۔ ولید اول کی سطوت بھی نہ صرف مملکت کے اندر بلکہ باہر بھی مسلم تھی۔ اس کا عہد بھی فراغت اور راحت کا عہد تھا۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے روزینے جاری تھے۔ علم کی گرم بازاری تھی۔[2]

---

[1] المامون شبلی [2] فوات الوفیات

مُعتَصِم باللہ

۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ

۸۲۳ء تا ۸۴۱ء

تعارف

معتصم مامون کا بھائی تھا اور اسی کی طرح کنیز زادہ [illegible] کی ماں کا نام ماردہ [illegible]
۱۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ اگرچہ علمی لیاقت نہ رکھتا تھا تاہم مامون نے [illegible] اپنی اولاد
پر ترجیح دی اور جانشین نامزد کیا۔

بابک خُرَّمی

بابک نے مامون کے عہد میں ظہور لیا تھا۔ وہ اسے زیر کرنے میں ناکام
رہا۔ اس کا مذہب تیزی سے پھیلنے لگا۔ خلقِ کثیر اس کی پیرو ہو گئی۔ معتصم
نے اس کے خلاف بڑے بڑے لشکر بھیجے۔ خُرَّمِیَّہ ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے تاہم ان کا
زور و شور بڑھتا گیا۔ ۲۲۰ھ میں معتصم نے حیدر بن کیکاؤس کو جو افشین کہلاتا تھا بابک پر چڑھائی
کے لیے بھیجا۔ بابک پر پیچ اور دشوار گزار پہاڑیوں میں رہتا تھا۔ افشین نے نہایت ہوشیاری سے
جنگ کا نقشہ بنایا اور قلعوں اور کمین گاہوں سے خوب کام لیا۔ بابک اور افشین کے درمیان
ایک خوفناک جنگ ہوئی۔ بابک کے ایک لاکھ سے زیادہ مرید ڈھیر ہوئے اور وہ بے چارہ
اپنے شہر البذ میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ افشین کو اس مہم پر دو برس گزر گئے۔ معتصم نے ۲۲۲ ہجری میں
اس کی مدد پر بہت زر و لشکر بھیجا۔ افشین نے شہر البذ فتح کر کے خوب تاراج کیا۔ بابک مع اہل و عیال
[illegible] معتصم کا ایک [illegible]
اظہار کر کے اسے اپنے قلعہ میں [illegible]
لیا اور افشین کے پاس لائے۔ افشین اسے لے کر خلیفہ کی طرف روانہ ہوا۔ معتصم کو یہ خبر سن
کر اس قدر خوشی ہوئی کہ افشین سے ملاقات کے لیے اپنے بیٹے واثق کو بھیجا۔ خود پوشیدہ طور
سے گیا اور ایک دو دن پہلے بابک کو راستہ میں چھپ کے دیکھ آیا۔ معتصم نے بابک کو ہاتھی پر چڑھا کر شہر
میں پھرایا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔ سر تن سے جدا کر دیا اور بطن چاک کرنے کا حکم دیا۔ اس کا سر
خراسان میں بھجوایا اور جثہ اپنے پایۂ تخت سامرا میں آویزاں کرا دیا۔ بابک نے بیس برس کی مدت
میں تقریباً ڈھائی لاکھ مسلمانوں کا خون بہایا تھا اور بے شمار لوگوں کو قید و بند [illegible] تھا۔ تقریباً آٹھ ہزار

تھا اسلامی علاقوں پر دھاوا کر دو۔ ۲۲۳ھ میں رومی شہنشاہ توفیل بن میخائیل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ نکلا۔ یہاں کے زندیقوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ ملطیہ اور اس کے مضافات کے مسلمانوں پر غارت کی۔ بے تعداد مسلمانوں کو قتل و قید کیا۔ ایک ہزار عورتیں اسیر ہوئیں۔ جو مسلمان ہاتھ آئے ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔[1]

معتصم کو ان حالات کی خبر ہوئی۔ یہ بھی بتایا گیا کہ جب ایک ہاشمی عورت کو رومیوں نے اسیر کیا تو اس نے چلا کر کہا۔ اے معتصم تیری دہائی ہے۔ معتصم نے یہ الفاظ سنے تو اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہی جواب دیا۔ لَبَّیْکِ لَبَّیْکِ (میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوا) فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تیاری کا حکم دیا۔[2] قاضی اور گواہوں کو بلا کر وصیت کی کہ میری جاگیر کا ایک تہائی حصہ صدقہ ہے، ایک تہائی اولاد کے لیے اور ایک تہائی آزاد کردہ غلاموں کے لیے ہے۔[3]

معتصم نے چند سرداروں کو ہراول کے طور پر نہایت تیز رفتاری سے بڑھنے کا حکم دیا۔ شاہِ روم کو دور ہی سے خبر ملی تو اپنے علاقہ میں گھس گیا۔ ان سرداروں نے واپس آکر خلیفہ کو اطلاع کر دی۔ بابک سے فارغ ہونے کے بعد معتصم خود بھی [illegible] ہوا۔ معتصم کی فوجِ گراں، ساز و سامان اور آلاتِ حرب سے لدے ہوئے [illegible] معلوم ہوا کہ پہاڑ جنبش میں آگئے ہیں۔ اس سے قبل کسی خلیفہ نے اتنے بھاری لشکر کے ساتھ کوچ نہیں کیا تھا۔ شاہ روم خود سامنا کرنے آیا۔ طرسوس کے قریب فریقین چار فرسخ کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے۔ افشین جو دوسری طرف سے آیا تھا رومی فوج کے عقب پر جا نکلا۔ شاہِ روم نے لشکر کا ایک حصہ معتصم کے مقابلہ پر چھوڑا اور افشین سے لڑنے لگا۔ وہاں سے منہ کی کھا کر نکلا تو دیکھا کہ باقی لشکر پہلے ہی منتشر ہو چکا ہے۔ اسے بھی عافیت کی راہ تلاش کرنی پڑی۔ اسلامی عساکر یہاں سے چلے اور انقرہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے۔ معتصم نے کل فوج کو تین حصوں میں بانٹا۔ قلب میں خود رہا اور دائیں بائیں دو دو فرسخ کے فاصلے سے افشین اور اشناس کو کمان سونپ کر عدو کی سرزمین کو پامال کرتا اور ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ دیتا بے روک بڑھتا گیا۔ انقرہ سے سات منزل کا سفر کر کے عموریہ پہنچا۔[4]

عموریہ کا شہر رومی حکومت کا دل تھا۔ قسطنطنیہ سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتا تھا۔ آج تک

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر [3] ابن اثیر، ابن کثیر [4] ابن کثیر

مسلمان فاتحین کے قدم یہاں تک نہیں آئے تھے۔

اسلامی عساکر نے عموریہ کو گھیر لیا[1] شہر کی فصیل نہایت سنگین تھی۔ اس پر بلند اور عظیم برج تھے۔ معتصم نے ایک ایک برج کے سامنے ایک ایک امیر مقرر کیا[2] شہر والے فصیل کی طرف سے مطمئن تھے۔ شہنشاہ کی مدد کا انتظار کرنے لگے۔ اس نے ان کے لیے تقدیر کی مدد کافی سمجھی۔

پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا۔ فصیل پر سنگ باری ہوتی رہی لیکن ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ عموریہ میں ایک مسلمان عیسائیت لاکر اور وہیں شادی کرکے مقیم تھا۔ اسلامی فوج آئی تو وہ اسلام لے آیا اور ایک قابلِ شکست جگہ کا سراغ دیا۔ مجاہدین نے اس جگہ شگاف ڈال دیا۔ لیکن محصورین نے بڑی بڑی لکڑیوں سے اسے پُر کر دیا۔ انہوں نے شہنشاہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ کمک بھیجنے سے معذور تھا۔ فصیل کے گرد خندق تھی۔ اسلامی سپاہ نے اسے بھر دیا اور فصیل [illegible] لگاکر شگافتہ جگہ کراکر چوڑا کر دیا۔ اس مقام کے رومی سالار نے دیگر سالاروں سے مدد طلب کی۔ انہوں نے صاف [illegible] دیا کہ ہم اپنے ٹھکانوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ امیر معتصم کے پاس چلا آیا۔ اسلامی لشکر تکبیر کے نعرے مارتا ہوا یہیں سے اندر داخل ہو گیا۔ شہر کے حاکم نے کچھ دیر مقابلہ کیا لیکن آخر جنگ میں تلوار لٹکائے عاجزانہ انداز سے خلیفہ کے سامنے پیش ہوا[3]

ترکوں کی آمد

معتصم کے پاس تقریباً بیس ہزار ترکی جوان تھے۔ یہ دور دور سے منگوائے گئے تھے۔ گرچہ یہ مختلف شہروں سے آئے تھے لیکن معتصم [illegible] سے فراغت رکھتا تھا۔ ترک نوجوانوں کی اس [illegible] عربوں اور خراسانیوں سے [illegible] ایک الگ [illegible] عراق کے لوگ اعتماد کے قابل نہ تھے [illegible] بنو عباس عراق میں مقیم ہوئے لیکن [illegible] آبادی کے ہاتھوں ہمیشہ پریشان رہے۔ ابو العباس [illegible] کو ترک کیا۔ منصور نے بغداد کا الگ شہر بسایا لیکن بغداد کی آبادی کوفہ سے بھی بڑھ کر اس کی دشمن [illegible] یہاں عربوں کے علاوہ عجمی بھی آباد ہوئے اور مستقل گروہ بندی ہو گئی۔ ہارون نے ایک طویل مدت

---

[1] ابن کثیر۔ [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

تک اپنا قیام رقہ میں رکھا۔ مامون نے بھی اوّل اوّل بغداد سے دور رہنا پسند کیا لیکن مجبوراً واپس آنا پڑا۔ ان حالات کے پیش نظر معتصم نے ترکوں کا سہارا لیا۔

ترکوں کی طرف اس کے رجحان کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں ماردہ ترک [illegible] سُغد سے تھی۔ معتصم نے سمرقند، فرغانہ وغیرہ سے بڑی بھاری نفری منگوائی تھی جنہیں اس نے مغاربہ کا نام دیا۔

سامرا کی آبادی

معتصم ایک تو ویسے بھی بغداد والوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور دوسرے اس کے بیس ہزار ترک زادوں کا اہل بغداد کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنا ناممکن تھا۔ ترک جاہل اور کڈھب تھے۔ گلیوں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ بارہا بچے اور عورتیں جھپیٹ میں آ جاتیں۔ آئے دن کوئی نہ کوئی غلام مارا جاتا تھا۔ وہ تن تنہا سب کا بدلہ مقامی آبادی پر ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔ بغدادی رؤسا نے بارہا معتصم سے شکوہ کیا اور مشورہ دیا کہ ترک بچوں کو شہر سے نکال لے جائے۔ ایک دفعہ عید کے دن ایک بڈھے شخص نے معتصم پر سخت لہجہ میں ترکوں کے خلاف شکایت کی کہ تم انہیں کیوں لائے ہو۔ معتصم عید کی نماز پڑھنے کے بعد بغداد واپس نہ آیا اور ایک نئے دارالخلافہ کی تعمیر شروع کر دی[1] ایک حسین شہر وجود میں آیا جس کا نام سُرَّ مَن رأی (جس نے دیکھا مسرور ہوا) پڑا۔ جو مخفف ہو کر سامرا کہلانے لگا۔ اس کے تسمیہ کی اور بھی وجہیں بتائی جاتی ہیں لیکن یہ سب سے زیادہ مقبول ہے

خلق قرآن

خلق قرآن کے جس فتنہ کو مامون نے اٹھایا تھا معتصم نے اسے بیدار رکھا۔ اور [illegible] امام احمد بن حنبلؒ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔

وفات

معتصم نے آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن کی حکومت کے بعد ۲۲۷ھ میں ۴۸ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ یہ آٹھواں خلیفہ تھا اور حضرت عباس کی آٹھویں پشت سے تھا۔ آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں چھوڑ مرا۔ اس کو خلیفۃ المثمن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی زندگی میں آٹھ کے ہندسہ کو بہت دخل ہے[2]

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر

واثق باللہ

۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ

۸۴۲ء تا ۸۴۷ء

واثق باللہ معتصم کا بیٹا تھا۔ اس کا عہد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ ترکوں کے قدم مزید پختہ ہو گئے اور حکومت میں ان کا دخل بڑھ گیا۔[1]

واثق خلق قرآن کے مسئلہ میں بہت شدید تھا۔ رات دن اس کی تبلیغ کرتا تھا اور بہت لوگوں کو سزائیں دیں۔[2]

واثق کو استسقاء[3] کا مرض ہو گیا۔ تنور پر بیٹھا کرتا تھا کہ پسینہ نکلے۔ ایک دن تنور زیادہ گرم کرایا۔ جب اسے اٹھایا گیا تو تھوڑی دیر بعد مر گیا۔[4]

---

[1] ابن اثیر [2] ابن کثیر

[3] پیٹ میں پانی پڑ جانا۔ [4] ابن کثیر۔

دوسرا دور

۲۴۷ھ ---- ۶۵۶ھ ہجری

۸۶۱ء ---- ۱۲۵۸ء

بنو عباس کے دوسرے دور میں خلفاء کمزور پڑ گئے اور [illegible] الگ الگ خلیفہ کی ترتیب سے تاریخ لکھنے کے بجائے یہ زیادہ موزوں [illegible] عام جائزہ [illegible] کہ حکمران خاندانوں اور علمی و سیاسی تحریکوں کی الگ الگ [illegible]

اس دور میں مندرجہ ذیل خلفاء ہوئے۔

منتصر باللہ	۲۴۷	تا	۲۴۸	ہجری
مستعین باللہ	۲۴۸	تا	۲۵۲	//
معتز باللہ	۲۵۲	//	۲۵۵	//
مہتدی باللہ	۲۵۵	//	۲۵۶	//
معتمد علی اللہ	۲۵۶	//	۲۷۹	//
معتضد باللہ	۲۷۹	//	۲۸۹	
مکتفی باللہ	۲۸۹	//	۲۹۵	//
مقتدر باللہ	۲۹۵	//	۳۲۰	//
قاہر باللہ	۳۲۱	//	۳۲۲	//
راضی باللہ	۳۲۲	//	۳۲۹	//
متقی باللہ	۳۲۹	//	۳۳۳	//
مستکفی باللہ	۳۳۳	//	۳۳۴	//
مطیع للہ	۳۳۴	//	۳۶۳	//

نے مصر میں خلافت قائم کرلی جو بعد میں آہستہ آہستہ حجاز پر بھی چھا گئی۔ ان کے مقابلہ کی خاطر خلیفۂ بغداد امرا کی مدد کا محتاج ہوگیا اور ترکوں کی نئے سرے سے بن آئی۔

اس ضمن میں صاحب الزنج اور قرامطہ کے خوفناک فتنے اٹھ کھڑے ہوئے جن کے سبب [illegible] خلافت پھر نیم جان ہوگیا۔

صاحبُ الزنج

قبیلہ عبدالقیس میں ایک شعبدہ باز شخص علی بن محمد بن عبدالرحیم تھا وہ ابتدا میں خدمت پیشہ تھا۔ اس نے امام اور نصرت خداوندی کا دعویٰ کیا۔ اس کی شعبدہ بازیوں کو دیکھ کر ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے مرید ہوگئے۔ عراق میں زنگی یعنی حبشی غلاموں کی بہت کثرت تھی۔ انہوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے اس کا ساتھ دیا۔ ان زنگیوں یا زنج کی وجہ سے علی بن محمد صاحبُ الزنج کہلایا۔ اس کے مریدوں کی تعداد گو بہت زیادہ نہ تھی لیکن مار دھاڑ میں اسے بڑی کامیابی ہوئی۔ صاحبُ الزنج نے ۲۵۵ سے ۲۷۰ھ تک تقریباً ۱۴ برس عرب اور عراق میں آگ اور خون کا کھیل رچائے رکھا۔ ۲۵۷ ہجری میں وہ بصرہ میں داخل ہوا اور جا بجا قتل عام کیا۔ زنگیوں نے متعدد گھر راکھ کر دیئے۔ جامع بصرہ میں بھی آگ لگا دی۔ کئی روز اہل اسلام کا خون بہتا رہا۔ مکانوں، باغوں اور فصلوں کو بے دریغ جلایا۔ دور دور تک کھیتوں میں راکھ اڑتی تھی۔ اس کے ہاتھ سے بڑے بڑے علما اور محدثین شہادت کا جام پی گئے۔

صاحب الزنج کی رہائش گاہ ایک بلند پہاڑ پر تھی جس کا نام اس نے مختارہ رکھا۔ ۲۶۶ ہجری میں اس کے مرید کعبہ کا غلاف اتار کر لے گئے۔ [illegible] متعدد خونریز جنگوں کے بعد صاحب الزنج [illegible] معرکہ میں قتل ہوا۔ اس کی جماعت کا [illegible] صفایا۔

قرامطہ

انہی ایام میں قرامطہ نے سر نکالا۔ یہ لوگ ۲۷۸ ہجری میں منظر عام پر آئے۔ انہوں نے صاحب الزنج کی طرح ایک نئے مذہب کی بنا رکھی۔ انہوں نے امن و امان کو جس طرح غارت کیا اس کی داستان بہت دردناک ہے۔

قرامطہ کا بانی ایک شخص حمدان قرمط بن اشعث تھا۔ یہ کوفہ کے علاقہ میں نہرین کے موضع میں رہتا تھا۔ بہت زاہد اور عبادت گزار تھا۔ محنت مزدوری کرکے [illegible] لوگوں کو امام مہدی کی [illegible] دعوت دیتا تھا۔ اس کے عقائد بہت عجیب تھے جن میں سے ایک عقیدہ [illegible]

کی۔ حمدان کے پاس بیل تھے جن پر غلہ ڈھوتا تھا، اس لیے کرمیتہ یا قرمیطہ (بیل پر سوار ہونے والا) کہلایا۔[1]

۴۔ قرمطونا کے معنی ہیں، مکّار، فریب کار۔ یہ نام مخالفین نے دیا۔[2]

۵۔ کرمیتہ یا کرموطہ جنوبی عراق میں دیہاتی یا کاشت کار کو کہتے ہیں۔[3] قرامطہ [illegible] کاشت کار تھے اس لیے یہ نام ملا۔

قرامطہ سے قرمطی بطور واحد کے آتا ہے۔

قرامطہ کے عقائد ایک نہج پر نہ رہے۔ شیعہ کے مختلف غالی فرقوں کے علاوہ خوارج، مجوسیہ ستارہ پرستوں وغیرہ سب سے انہوں نے نظریات اکٹھے کیے، لہذا ان کے کئی نام پڑے۔[4] ان کے عقائد میں سرعت سے تبدیلی آئی۔ مثلاً یہ کہ کل چار رکعت نماز فرض ہے، دو رکعت طلوعِ آفتاب سے قبل اور دو مغرب کے بعد۔ احمد بن محمد بن حنفیہ اللہ کے رسول ہیں۔ قبلہ بیت المقدس ہے۔ سال میں صرف دو روزے فرض ہیں۔ شراب حلال ہے[5]۔ مزدک کو بھی پیغمبر مانتے تھے۔[6]

حمدان نے نہایت قبیح قسم کی اشتراکیت کا اصول وضع کیا جس کا نام الفت رکھا۔ ہر آبادی کا مال ایک مختار کے پاس جمع ہوتا تھا جس سے سب قرامطہ کی مدد کی جاتی تھی۔ اسلحہ کے سوا ذاتی ملکیت کی اجازت نہ تھی۔ اس اشتراکیت میں کچھ حیا سوز باتیں بھی تھیں۔[7]

یہ تحریک بظاہر محمد بن اسماعیل کے نام سے اٹھی۔ لیکن اسماعیلیت کی سنجیدہ تحریک سے [illegible] تخریب پسند گروہ کو جوڑنا درست نظر نہیں آتا۔ زبان سے مہدی کا نام لیتے تھے لیکن جب ان کا فریب [8] مہدی جب سلمیہ کے شہر سے نکلے تو [illegible] ہاشم کو جو سلمیہ پر متعین تھے قتل کر دیا۔[9]

قرامطہ کی دو اہم شاخیں تھیں:

[illegible]

۱۔ قرامطۂ شمال یعنی عراق و شام کے قرامطہ :

زِکرَوَیہ بن مِہرَوَیہ اور اس کے بیٹے ان کے سربراہ رہے۔ زکرویہ، عبدان کا مبلغ تھا۔

۲۔ جَنّابیّہ :

یہ بحرین، اَحسا اور ہَجَر میں تھے۔ ان کی سیادت **ابو سعید جنّابی** اور اس کی اولاد کے پاس رہی۔

قرامطۂ شمال :

ان کے پیشوا زکرَویہ بن مِہرَوَیہ نے عبدان کے بعد زمامِ اختیار سنبھالی۔ اس کے چار بیٹے تھے: یحییٰ، محمد، احمد اور حسین۔ زکرویہ خود بارہ برس روپوش رہا۔ پہلے اس کا بیٹا یحییٰ قائد ہوا۔ یہ **صاحب الناقہ** (اونٹنی والا) کہلاتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور اور منصور ہے۔ اسے اَلشَّیخ بھی کہتے تھے۔ یہ ۲۹۰ ہجری میں مارا گیا۔ احمد اور محمد بھی کام آچکے تھے۔ ۔ ۔ ان کا سب سے چھوٹا بھائی حسین سرگروہ ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک خال (تل) تھا جسے یہ نشانِ خداوندی بتاتا تھا۔ لوگ اسے **صاحب الخال** یا **صاحب الشّامہ** (داغ والا) کہتے تھے۔ صاحب الشامہ کو شاہی افواج نے ۲۹۱ ہجری میں گرفتار کیا اور اس کا صفایا کر دیا۔ ۲۹۳ھ میں زکرویہ خود ظاہر ہوا اور اگلے برس مارا گیا۔[1]

زکرَویہ اور اس کی اولاد نے عراق و شام میں ہزاروں کا خون بہایا۔ بنو ہاشم سے بھی دریغ نہیں کیا۔ زکرَویہ نے ۲۹۴ ہجری میں حاجی قافلوں کی راہ روکی۔ راہ میں پانی کے جس قدر چشمے تھے بند کر دیے اور حجاج کو بے دردی سے قتل کیا۔ زکرَویہ کے مرنے کے بعد قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا۔ . . . کے نیچے دبی ہوئی چنگاریاں مدت تک جاگتی رہیں۔[2]

جَنّابیّہ :

قطیف، ہجر اور بحرین کے علاقے میں قرامطہ کی تعداد . . . ۲۸۱ ہجری میں ایک شخص یحییٰ بن مہدی نے اعلان کیا کہ مہدی موعود ظہور کرنے والے ہیں۔ انہوں نے مجھے داعی

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی [2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔

... جیسی کو ایک بہت کام کا پیرو ... یہ ابو سعید حسن بن بہرام تھا جو خلیج فارس کے ایک ساحلی گاؤں جنّابہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے جنّابی کہلاتا تھا۔ جب صاحب الزنج کا پیرو تھا۔ یحییٰ کو بحرین سے بھاگنا پڑا تو قیادت اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس کی طاقت اتنی بڑھی کہ ۲۸۷ ہجری میں زیریں عراق تک چھا گیا اور شاہی فوج کو شکست دی۔ ابو سعید ۳۰۱ ہجری میں اپنے ایک خادم کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا بڑا بیٹا سعید جانشین ہوا لیکن اس کے بھائی ابو طاہر سلیمان نے غلبہ حاصل کر لیا۔ اس نے تحریک میں نیا جوش پیدا کیا اور دار الہجرت بنایا۔ اس نے کئی بار حاجیوں کی راہ روکی۔ ۳۱۱ ہجری میں اچانک بصرہ میں داخل ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور جامع مسجد کو آگ لگا دی۔ کوفہ پر بھی کئی دن قبضہ رہا۔[۱]

ابو طاہر نے ۳۱۷ ہجری میں صرف نو سو آدمیوں کے ساتھ حج کے دنوں مکہ پر حملہ کیا۔ بے شمار حاجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ شہر کو لوٹا، کعبہ کا دروازہ اکھاڑا اور حجرِ اسود کو دیوار سے نکال لیا۔ غلافِ کعبہ اتار کر اسے چاک چاک کیا اور فوج پر بانٹ دیا۔ اس کے بعد کئی سال تک حج نہ ہو سکا۔ مصر کے فاطمی خلیفہ کو علم ہوا تو اس نے ابو طاہر کو ناراضی کا خط لکھا اور حکم دیا کہ حجرِ اسود کو اپنے ٹھکانے لے جا کر نصب کرو۔ ابو طاہر کی وفات کے تقریباً چھ برس بعد ۳۳۹ ہجری میں بائیس برس کعبہ سے دور رہنے کے بعد حجرِ اسود واپس ہوا۔[۲]

حسن بن احمد جنّابی نے جو ۳۸۹ ہجری میں قرامطہ کا سردار ہوا بنو عباس کی تحریک پر بنو فاطمہ سے حکومت چھیننے کے لیے مصر پر ناکام حملہ کیا۔ وہ انہیں بنو فاطمہ تسلیم نہیں کرتا تھا۔[۳] ابو طاہر کے بعد قرامطہ کا زور گھٹ گیا۔ بحرین وغیرہ کے علاقوں میں ۳۷۵ ہجری تک ان کا خاتمہ ہو گیا لیکن قرامطہ کی تحریک طویل عرصہ تک باقی رہی۔ ۴۵۵ ہجری میں ان کا یمن پر قبضہ ہوا۔ وہاں انہوں نے تقریباً ۱۸ برس حکومت کی۔[۴] سندھ میں بھی ان کی حکومت رہی۔ دیگر علاقوں میں بھی وقتاً فوقتاً سر اٹھاتے رہے۔

قرامطہ کی تحریک کو ہم غور سے دیکھتے ہیں تو اس میں خیر کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس تحریک نے حکومت کے استحکام کو شدید نقصان پہنچایا۔ یورپ کے بعض مورخ قرامطہ کو آفرین کہتے

۱ـ اتعاظ مقریزی حاشیہ ص ۲۱۲

۲ـ ابن اثیر، ابن کثیر، ذہبی ۳۱۷ھ، ابن خلدون ۳ـ ذہبی، ابن اثیر، ابن کثیر، جلد ... ص ۸۹ حاشیہ ۵ ...

۴ـ ابن کثیر ۴۵۵ھ

صفاریہ (سجستان ، [illegible] میں)

بنو طولون (مصر و شام میں)

بنو اغلب (افریقیہ میں)

اگرچہ ان سلطنتوں کے اندر [illegible] اور [illegible] لیکن ان کے باہمی روابط [illegible]
ازبس افسوسناک ہے۔ سلاطین ایک دوسرے [illegible] کی فکر میں رہتے تھے۔ قومی مصالحت ذاتی
اغراض پر بارہا قربان ہو جاتی تھی۔

[illegible] ترک [illegible] کے سامنے علی [illegible] ایک طرف، فرقہ وارانہ نقطۂ نظر سے بھی کوئی بلند
نصب العین [illegible] محض زر اندوزی اور لشکر گردی تک محدود تھیں کسی [illegible]
فریق سے [illegible] ہی میں ریشہ جھگڑتے اور خون ریزی کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ کی جان پر بنی
رہتی تھی۔ ترک [illegible] خلفا کی زندگیوں سے کھیل گئے۔ یہ خونی ڈرامہ منتصر سے شروع ہو کر
مدت تک [illegible] وقتاً فوقتاً [illegible] ہوتا رہا۔ مقتدر باللہ (۲۹۵ تا ۳۲۰) کے ایک غلام مونس نامی نے اتنی
طاقت پکڑی کہ خلیفہ پر حکم چلانے لگا۔ ایک بار ناراض ہو کر اسے اہل و عیال سمیت گرفتار کر لیا۔ اس
کے بعد صلح ہو گئی لیکن پھر کشیدگی پیدا ہوئی اور جنگ کی نوبت پہنچی۔ خلیفہ میدانِ جنگ میں کام آیا۔
[illegible] فوجیوں نے اس کی نعش سے کپڑے اتار لیے اور اسے برہنہ اور بے گور و کفن رہنے دیا۔ ایک
[illegible] نے گھاس سے ڈھانپ کر دفن کیا۔ مقتدر بے شک عیاش تھا لیکن اس سلوک کا مستحق نہ تھا۔ اس
[illegible] واقعہ نے خلافت کے [illegible] کو پاش پاش کر دیا۔ اندلس کے اموی حکمران اس سے
قبل [illegible] امیر ہونے پر قانع تھے۔ اب انہوں نے امیر المومنین اور خلیفہ کے لقب اختیار کیے۔

ترکوں نے قاہر باللہ (۳۲۰ — ۳۲۲) اور متقی (۳۲۹ — ۳۳۳) کو معزول کر کے ان کی
[illegible] میں سلائیاں پھیریں۔ بنو بویہ نے خلیفہ مستکفی کو سبکدوش کر کے اندھا کر دیا۔ فلک کی آنکھ
نے [illegible] تینوں معزول اور نابینا خلفاء کو بیک وقت بغداد کے شہر میں دیکھا بلکہ یہ عبرت خیز نظارہ بھی
[illegible] جامع بغداد میں لوگوں سے سوال کر رہا ہے۔

خلیفہ کا اقتدار صرف بغداد اور اس کے نواح تک رہ گیا تھا۔ اس کا اہم ترین عہدہ دار وزیر تھا
[illegible] ہی کے ذمے ہوتا تھا۔ وزیر کے پاس چونکہ فوجی اختیارات تھا اس لیے

خلیفہ اس کے خلاف آسانی سے کارروائی کر سکتا تھا۔ آگے چل کر وزارت بدلتی رہی۔ وزیر بدل جاتے تو بار بار ان پر تاوان لگتے اور خلیفہ ان کا گھر بار ضبط کر لیتا تھا۔ امیر الامراء کا منصب قائم ہونے پر خلیفہ کے وزیر کا عہدہ محض رسمی رہ گیا۔

امیر الامراء

صوبائی نائب حاکم اور نظم و نسق کی بحالی کے لیے ایک نوبت خوش نما تجویز سامنے آئی۔ یہ امیر الامراء (سالارِ اعلیٰ) کے عہدہ کا قیام تھی۔ خلیفہ راضی باللہ (۳۲۲ – ۳۲۹) نے ۳۲۴ ہجری میں امراء و سلاطین کو زیر تصرف لانے اور ان سے براہِ راست جنگ آزمائی سے بچنے کے لیے یہ عہدہ قائم کیا۔ سب سے پہلے واسط کا والی ابن رائق اس عہدہ پر مامور ہوا۔

امیر الامراء کے پاس ایک مضبوط فوج ہوتی تھی۔ اخراجات چلانے کے لیے اسے وسیع علاقے دیے جاتے تھے۔ امیر الامراء بغداد میں مقیم رہتا تھا اور اس کا خطبہ ملک بھر میں پڑھا جاتا تھا۔

اگرچہ نظری لحاظ سے یہ عمدہ تجویز تھی لیکن عملاً مقصود حاصل نہ ہو سکا۔ صوبوں کے والی اور خود سر ہو گئے۔ انتشار اور بدحالی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس عہدہ کے قیام کے دس برس میں کئی امیر الامراء بدل گئے۔ اس کے بعد بنو بُوَیہ نے یہ عہدہ سنبھالا۔ وہ بھی اس کے فرائض بجا لانے میں ناکام رہے۔ الٹا خلیفہ پر مسلط ہو کر اسے کٹھ پتلی بنا ڈالا۔

بنو بویہ عجمی تھے۔ انہوں نے ترکوں کا زور ختم کرنے کی کوشش کی لیکن آخر کار خود ان کے زیر اثر آ گئے۔ اب ان مختار سلاطین کو سرنگوں کرنا آسان نہ تھا۔

آلِ بُوَیہ شیعہ تھے اس لیے ان کے دل میں بنو عباس کا احترام نہیں تھا۔ انہوں نے پہلے خلافت اہلِ بیت میں منتقل کرنا چاہی لیکن ذاتی مصالح کی خاطر بنو عباس کو بحال رہنے دیا۔ خلیفہ کے سب اختیارات سلب کر لیے اور اس کی تنخواہ مقرر کی۔ امیر الامراء خلیفہ کے برابر بیٹھتا تھا۔ خلیفہ کا دائرہ حکومت صرف بغداد اور اس کے مضافات تک رہ گیا۔ اس کے وزیر کی حیثیت محض ایک سیکرٹری کی تھی جو خلیفہ کی جاگیروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

بنو بویہ کے عہد میں بے شک خلافت کا وقار بحال نہ ہوا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ ترک جس آزادی سے خلفاء کی عزت سے کھیلتے تھے وہ ختم ہو گئی۔

[illegible] جو پانچ ہزار قیدی [illegible] آزاد ہو گئے ایوبی نے صلح [illegible]
[illegible] ۲۷ رجب ۵۸۳ ہجری [illegible] کی تھی [illegible]
[illegible] صلیبیں [illegible]
[illegible] صلیب [illegible] سے پانی سے [illegible] بیت المقدس [illegible]

اس کے بعد ایوبی نے اور بھی کئی شہر سر کیے۔ بیت المقدس کی خبر یورپ پہنچی تو پوپ نے نفیر عامہ دی۔ پیشہ راہب، علماء اور دیگر عیسائی سیاہ لباس پہن کر یورپ میں پھیل گئے۔ انہوں نے ایک تصویر بنائی جس میں یہ دکھایا کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰؑ کو پیٹ رہے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے بدن سے خون بہہ رہا ہے۔ مرد تو مرد عورتیں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں
۵۸۵ھ میں یورپ والوں نے عکا کا محاصرہ کر لیا اور ان کو امدادیں آتی رہیں۔ ۵۸۶ ہجری (۱۱۹۰ء) میں المان کا بادشاہ جرمن فریڈرک روانہ ہوا۔ اس فوج کا ایک حصّہ رستہ میں بھوک، سردی اور سفر کی زحمت سے مر گیا یا ترکمانوں نے چھاپے مار کر ہلاک کیا۔ بادشاہ دریا میں غرق ہوا۔ کافی سپاہ لوٹ گئی جو باقی رہی اس کا یہ حال تھا کہ گویا مردے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ آگے چلے تو مسلمانوں نے کئی گرفتار کر لیے۔ طرابلس پہنچے تو وبا نے پکڑ لیا۔ صرف ایک ہزار بچے۔ وہاں سے پھر بحری رستہ سے لوٹے کشتیاں ڈوب گئیں اور ایک بھی باقی نہ رہا۔ اگلے برس ۵۸۷ ہجری میں فرانس کا بادشاہ **فلپ** اور انگلستان کا بادشاہ **رچرڈ** لشکر لے کر آئے۔ یہ بھی عکا کی حملہ آور فوج کے ساتھ مل گئے۔ ایوبی عکا والوں کی مدد کے لیے روانہ ہوا لیکن یورپی افواج حائل تھیں۔ ایوبی کے ان سے کئی مدد کے موقعے مگر [illegible] مستقل رستہ پیدا نہ کر سکا۔ یورپی افواج کو ایک بڑی سہولت یہ تھی کہ سمندر کی سمت ان پر [illegible] رستہ سے انہیں کمک آ سکتی تھی۔ اس لیے وہ [illegible]
[illegible] ۳ ماہ کے محاصرہ کے بعد [illegible]
[illegible] یورپ کی فوج [illegible]

---

۱ ابن اثیر۔ ۲ ابن اثیر ۳ ابن اثیر ۴ ذہبی [illegible] ابن اثیر۔
۵ ابن اثیر۔ ۶ کرنش۔

قونیہ

انطاکیہ

حلب

حماۃ

حمص

طرابلس

بیروت

دمشق

حطین

قیساریہ

رملہ

یروشلم

عریش

قاہرہ

صلیبی جنگوں کے مواقع

خارج ہوگئی ۔۔۔ بیت المقدس کی فتح سے [illegible] رچرڈ شاہ انگلستان
نے بادشاہ نے صلح کے لیے سلسلہ جنبانی کی اور یہ تجویز کی کہ اس کی بہن سلطان کے
فرزند الملک العادل کی شادی ہو۔ فرنگیوں کے مقبوضات اس لڑکی کو جہیز میں دے دیے جائیں اور بیت المقدس اور اس کے
علاقوں پر ملک عادل کی ملک ہو۔ صلاح الدین مان گیا لیکن رچرڈ کی بہن کو پادریوں نے ایسی پٹی پڑھائی
کہ اس نے انکار کر دیا۔ آخر ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) میں تین برس کے لیے صلح ہوئی اور قرار پایا کہ ساحل
کے جو علاقے فرنگیوں کے پاس ہیں انہی کے قبضہ میں رہیں اور دیگر علاقے جن میں بیت المقدس بھی شامل
تھا مسلمانوں کے پاس ہوں۔ عیسائیوں کو بیت المقدس کی زیارت کی عام اجازت ہو۔ طرفین کی افواج
تھک چکی تھیں۔ اس تصفیہ پر فرحت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی [1]

تیسرا دور : زوالِ بغداد کے بعد کا ہے۔

صلاح الدین کی وفات کے بعد صلیبی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ تقریباً ایک سو برس تک
اکا دکا معرکے ہوتے رہے تاآنکہ ۱۲۹۱ء میں نصاریٰ کلی طور پر بے دخل ہو گئے [2]

نتائج

ہلال و صلیب کے خون بار معرکوں میں بظاہر یورپ والوں نے بے اندازہ
نقصان اٹھایا۔ ان کی لاکھوں سپاہ سے زندہ بچنے والے دسویں حصہ
سے بھی کم تھے۔ انہوں نے جو مقبوضات حاصل کیے تھے آخرکار ان سے محروم ہونا پڑا۔ لیکن ان
کے ساتھ مذہبی، علمی، تجارتی اور تمدنی لحاظ سے ایک جدید دور کی راہ کھل گئی اور ظلمت کا عہد
ختم ہو گیا۔ یورپ کے باشندے اس سے قبل اپنی سرحدوں میں مقید تھے۔ یورپ سے باہر جھانکنے کا انہیں
موقع نہیں ملا تھا اس لیے وہ رفتارِ زمانہ سے بے خبر تھے۔ یورپ والوں کو جنگلوں سے نکل کر گاؤں
کی اقامت اختیار کیے ابھی تھوڑی مدت گزری تھی۔ علم اور تہذیب سے بیگانہ تھے۔ ادھر فرزندانِ
اسلام علوم و معارف اور شائستگی کی نوبہ نو روایات تعمیر کر رہے تھے۔ صلیبی جنگوں کے طویل و مدید

---

[1] ابن اثیر، ابن کثیر، کوئلن [2] کوئلن ص ۱۵۱

ہلاکو کے حملے کے فوری اسباب چاہے کچھ ہوں حقیقت یہ ہے کہ ہلاکو کا حملہ اٹل تھا۔ وہ اپنی فتوحات کا دائرہ پے بہ پے پھیلا رہا تھا۔ اس نے ہر حریف کو پامال کیا۔ آخر خلیفہ بغداد سے کیوں ٹلتا جب کہ اسے معلوم تھا کہ بغداد کی دفاعی پوزیشن بہت کمزور ہے۔ کل لشکر دس ہزار ہے اور امرائے سلطنت خود غرض ہیں۔ بغداد کی قوت مضمحل ہو چکی تھی اور قوم کی شامت اعمال کو کسی نہ کسی غارت گری صورت پکڑنا تھی۔

تاتار نے بغداد کو محاصرہ میں لے لیا۔ خلیفہ کا ایک امیر محاصرہ سے پہلے ہی اس کے ساتھ مل گیا اور اہل بغداد کو لکھا کہ امان طلب کرو، مقابلہ بے سود ہوگا۔ خلیفہ نے بھی دیکھا کہ سوائے امان مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں تو ایک وفد ہلاکو کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد خود حاضر ہوا۔ ہلاکو [illegible] بغداد واپس آیا اور بیش قیمت تحائف لے کر دوبارہ حاضری دی۔ ہلاکو نے اس کے صلہ میں اس کے قتل کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ مشورہ اسے ابن علقمی اور اپنے وزیر نصیر الدین طوسی نے دیا تھا۔ ہلاکو کو خدشہ تھا کہ خلیفہ کا خون زمین پر گرا تو آفت آ جائے گی لہذا بوریوں میں لپیٹ کر خلیفہ کو ٹھوکروں سے شہید کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا گلا گھونٹا[1] اور ایک روایت یہ ہے کہ اسے پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اس کے ہمراہ اس کے دو بیٹے بھی شہید ہوئے۔ ایک کی عمر ۱۵ اور دوسرے کی ۲ برس تھی۔ ان سے چھوٹا بچہ اور خلیفہ کی تین بہنیں اسیر ہوئیں[2]۔ یہ واقعہ محرم ۶۵۶ ہجری کا ہے۔

بغداد میں چالیس روز تک موت کا بازار گرم رہا۔ جو شخص تاتاریوں کے سامنے آیا وہ موت کے منہ میں پہنچا۔ تاتاریوں نے مرد، عورت، بوڑھے، بچے کسی پر ترس نہیں کھایا۔ [illegible] کی چھتوں پر [illegible] پرنالوں سے خون کے پرنالے رواں ہوئے۔ مسجدیں [illegible] خاک [illegible]۔ [illegible] بڑے بڑے علماء نے شہادت پائی۔ [illegible] باندیاں بنائی گئیں۔ صرف یہود و نصاریٰ کو زندہ چھوڑا۔ [illegible] ندی کے [illegible] سے [illegible] تھی۔ بعض تاتاریوں نے دولت دے کر جان خرید لی[illegible]

صحیح اندازہ [illegible] مشکل ہے کہ کتنے ہزار آدمی لقمہ اجل ہوئے۔ بغداد [illegible] اجاڑ ہو [illegible] نہیں [illegible] [illegible] نہیں [illegible] تھا۔ [illegible] میں [illegible] کے [illegible] کی صورت [illegible]

۱؎ ابن کثیر ۲؎ ابن کثیر

زرنگار [illegible] عمارتیں جل گئیں جو شان و شوکت کے لحاظ سے ممتاز و مشہور تھیں[1]

بغداد کے شاہی کتب خانے دجلہ میں بہا دیئے گئے۔

ابن علقمی کے ساتھ بھی نامناسب سلوک ہوا۔ اس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ فکر میں مبتلا رہا۔ اس نے اسی سال رنج و الم کے نتیجے میں وفات پائی[2]

مستعصم باللہ کی شہادت کے ساتھ بغداد میں عباسی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔

زوالِ بغداد کے اسباب

بنو عباس نے تقریباً پانچ سو برس راج کیا۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال مشکل سے ملے گی کہ کسی خاندان نے اس قدر طویل مدت حکمرانی کی ہو۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عوام میں مرکزیت کا خیال عقیدہ کی طرح جما ہوا تھا۔ علمائے حق اس عقیدہ کے پاسبان تھے۔ انھوں نے فتنہ و فساد کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش کی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عباسی خلفاء بعض کمزوریوں کے باوصف حکومت کی اہلیت رکھتے تھے اور تیسری یہ کہ ہاشمی ہونے کے سبب سے عوام میں ان کی بہت وقعت تھی۔

عباسی حکومت کا مٹنا بہت مشکل تھا۔ تاتار کا حملہ نہ ہوتا تو ممکن ہے اس کو زندگی کی کئی صدیاں اور مل جاتیں۔ بہرحال اندر ہی اندر کچھ ایسے عوامل کام کر رہے تھے جنھوں نے اسے تاتار کے سامنے اٹھنے کے قابل نہ چھوڑا۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ **شخصی حکومت**: شخصی حکمرانوں اور خاندانی حکومتوں کے سلسلہ کا خاتمہ یقینی ہے بالخصوص جب کہ دینی لحاظ سے بھی اس طرزِ حکومت کو تائید حاصل نہ ہو۔ اگر عباسی خلفاء حکومت کو شورائی کا رنگ دیتے اور انھیں مخلص اور ذمہ دار اصحابِ شوریٰ ملتے تو یقیناً ان کی میعادِ حکومت دراز تر ہوتی۔

۲۔ **وسعتِ مملکت**: اسلامی سلطنت نہایت وسیع تھی۔ شخصی حکومتوں میں اتنی دور پھیلی ہوئی عملداری کا سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا خلافت کا نظام روز بروز کمزور ہوتا گیا اور آخر کار

---

[1] ابن کثیر [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر

لوگ اسلامی قومیت کے دشمن ثابت ہوئے ۔ انھوں نے خلیفہ کی آبرو کو خاک میں ملایا اور اسے عضو معطل بنا کر رکھ دیا ۔ اگر بنو بویہ اور سلاجقہ ان کے مقابلہ پر نہ آتے تو آلِ عباس بھی بنو فاطمہ کی طرح مجد خاندانِ شہی سے خارج کر دیے جاتے ۔

۶ ۔ **عربوں کی یکسوئی** : تاتار وحشت خیز صحراؤں سے آئے تھے اور متمدن دنیا سے دور ہونے کی وجہ سے جنگجو اور بے خوف تھے ۔ عجم کے نشاط پرور علاقہ میں ان کے مقابلہ کی سکت نہ تھی ۔ ان کا مقابلہ صرف عرب کے لوگ تھے لیکن وہ حکومت سے بے دخل ہو کر اپنے ریگستانوں میں یکسوئی کی زندگی گزار رہے تھے ۔ ان کے برابر نہ کسی قوم میں دینی حمیت تھی اور نہ ملی جوش لیکن بنو عباس نے انہیں عضو ناکارہ سمجھا اور کاٹ کر الگ کر دیا تھا ۔ اگر بنو عباس ان کا سہارا لیتے تو تاتار کا منہ توڑ سکتے تھے ۔

۷ ۔ **محل سرا کا بے جا دخل** : انتظامی خرابیوں کی ایک وجہ عورتوں اور محل سرا کے خدام کا بے جا دخل بھی تھا ۔ مثلاً خلیفہ معتز کی ماں نے دولت کے انبار جمع کر کے چھپا دیے ۔ بیٹا خزانہ کی کمی کے باعث جان سے گیا اور ماں ٹس سے مس نہ ہوئی ۔ مقتدر بادشاہ کی ماں کا بھی یہی حال تھا ۔ اس نے دولت اکٹھی کر کے قبرستان میں جمع کر لی ۔ اس کی ایک لونڈی فاطمہ نے بھی خوب ہاتھ رنگے ۔ یہ لونڈی قہرمانہ کہلاتی تھی ۔ اس کی الگ عدالت لگتی تھی ۔

۸ ۔ **نااہل سیاستدان** : عباسی حکومت کو بے شمار ایسے سیاستدانوں اور کارندوں سے واسطہ پڑا جو انتہا کے نااہل تھے اور جن کے ذہنوں سے قومی مرکزیت کا تخیل مفقود تھا ۔ کئی خود مختار یا نیم مختار سلطنتیں وجود میں آئیں ۔ ان کے ہاتھوں سیاسی وحدت پارہ پارہ ہوئی اور بغداد کی مرکزیت برائے نام رہ گئی ۔ انہوں نے ذاتی اور خاندانی مفاد کے لیے وسیع تر ملی مفاد کو سوائے استثنائی صورتوں کے ہمیشہ نظر انداز کیا ۔ ایک نیم جان مرکز آخر کب تک باقی رہ سکتا تھا ۔ مملکت کے مختلف حصوں میں یگانگت کا احساس ختم ہو گیا ۔ تاتار نے حملہ کیا تو ایک جگہ بھی متحدہ مقابلہ نہ ہوا اور نہ کسی کو اس کا خیال آیا ۔ سچ یہ ہے کہ زوالِ بغداد میں سب سے بڑا حصہ خود غرض اور عاقبت نا شناس امرا و سلاطین کا تھا ۔ تاتار کے گرد و بغداد کی تباہی سے کئی برس قبل اسلامی مملکت کے طول و عرض میں یکہ تازیاں کرتے رہے اور کوئی مردِ خدا نہ اٹھا جو ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ کی تحریک کرتا ۔ ہر ایک ... نے یہی کوشش کی کہ اپنی بلا دوسرے پر ٹال دے ۔

۹۔ مرکزی خزانہ کی قلت: اس عہد کے آخر میں خلیفہ کی حکومت صرف بغداد اور اس کے نواح تک محدود ہو گئی تھی۔ محدود آمدنی قصر خلافت کی ضروریات اور امراء کے دربار کے اخراجات کے لیے بھی کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ فوج اور دیگر عملہ کی تنخواہ کہاں سے آتی؟ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج کی تعداد گھٹتے گھٹتے محض دس ہزار رہ گئی۔ ہلاکو کی دو لاکھ سپاہ کے سامنے اس کا ٹھہرنا محال تھا۔

۱۰۔ نازش کمال: قوموں کی زندگی میں وہ مرحلہ بہت نازک ہوتا ہے جب وہ عروج و کمال کی انتہا تک پہنچ جاتی ہیں اور انہیں دور دور تک کوئی حریف نظر نہ آتا تھا۔ ایسے میں خطرہ ہوتا ہے کہ تمام ترقی کے سفر میں مزید جدوجہد اور تنازع للبقاء سے فرصت ہو جائے۔ مسلمانوں نے کئی صدیاں بلا کھٹکے اور رقیب کے خطرے کے بغیر آدھے جہان کی منزلوں پر قبضہ جمائے رکھا۔ وہ مزید محنت کرنی کو چھوڑ کر غفلت کی نیند سو گئے۔

مصلحان قوم اور مجددین ملت ہر قدم پر ملت کو بیدار رکھنے کی کوشش ہر دور میں جاری رکھتے لیکن مخالف عوامل اپنا کام کرتے ہی رہتے۔ بغداد کی تباہی سے ایک صدی قبل حضرت غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امت کو بے عملی اور بے راہ روی کے منطقی نتائج سے آگاہ فرمایا۔ آپ نے درد انگیز خطبے دیے اور قوم کو بار بار جھنجھوڑا۔ لیکن آہ! غفلت سرایت کرتی ہی گئی۔ نیند کے متوالے صلیبی جنگ آزماؤں کے شور سے بھی نہ جاگے۔ تاتار آئے تو جاگنے کی مہلت نہ تھی۔

نیم مختار اور خود مختار فرماں روا

عباسی عہد میں اسلامی مملکت بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا ایک مرکز کے تحت رہنا آسان نہ تھا۔ بنو امیہ نے اندلس میں الگ حکومت قائم کر لی اور وہ بنو عباس کی دسترس سے ہمیشہ آزاد رہے۔ یہی حالت بعد کو دوسرے کئی صوبوں میں بھی ہوئی تھی۔ ان صوبوں کے گورنر زیادہ تر نیم مختار رہتے بلکہ بعض صوبوں میں تو خود مختار سلطنتیں بھی قائم ہو گئیں۔

اگرچہ یہ فرماں روا سلاطین بھی خلیفۂ وقت سے سند اور خلعت حاصل کرتے تھے اور حسب رسم بغداد کے خزانے میں روپیہ بھی بھیج دیتے تھے لیکن ان میں بہت کم فرماں روا ایسے تھے جن کے دل میں ملّی یگانگت کی تڑپ تھی۔ اگر قرآن و حدیث کی روح اور علمائے امت کی سرگرمیاں اور صوفیائے کرام کی چارہ فرمائیاں کام نہ کرتیں تو مرکزیت کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی لیکن بڑے بڑے جبار امرا بھی عباسی خلافت کو زیر اثر کرنے کی نہیں سوچ سکتے تھے۔ عباسی خلفاء لاکھ کمزور سہی تاہم کئی صدی تک ملّی اتحاد کا نشان بن کر رہے۔ عوام میں دینی روح زندہ تھی اور

تھا۔ ایک اور قصہ یہ ہے کہ ایک بار اس نے ایک شخص کو دائیں ہاتھ سے مار کر دو ٹکڑے کر دیا
تھا۔ طاہر ایک جوان مرد، کارآگاہ، اور دیندار شخص تھا۔ اس نے چونکہ مامون کے بھائی کو قتل کیا
تھا اس لئے اس کے دل میں کانٹا تھا۔ طاہر کو یہ ہوا، تو مامون سے دور ہو کر اپنی ولایت میں
رہنے لگا۔ اس نے ۲۰۷ ہجری میں وفات پائی۔ ایک روایت ہے کہ اس نے بادشاہت کا دعویٰ کیا
ہوا تو مامون نے چپکے سے زہر دلوا دیا۔ مامون نے اس کا منصب اس کے بیٹے عبداللہ کو دیا۔
اس کو مصر کی حکومت بھی ملی۔ عبداللہ نے ۲۳۰ ہجری میں رحلت کی۔[1]

عبداللہ بن طاہر کے بعد اس کا بیٹا طاہر جانشین ہوا۔ ان دنوں طاہریہ مائل بہ تنزل
تھے اور صفاریہ رو بہ اقبال۔ ۲۵۹ ہجری میں یعقوب بن لیث نے محمد بن طاہر کو قید
کیا اور خراسان پر اس کی جگہ اپنا نائب مامور کیا۔ محمد بن طاہر کی مدت حکومت گیارہ برس
ہے۔ اس کی گرفتاری کے ساتھ طاہریہ کی حکومت ختم ہو گئی۔[2]

علوی حکومت طبرستان میں، ۲۵۰ تا ۳۱۶ھ

محمد بن عبداللہ بن طاہر کو خلیفہ نے طبرستان میں کچھ جاگیر
عطا کی اس نے اپنے بھائی سلیمان کو یہاں نائب بنایا اور ایک نصرانی سیکرٹری ساتھ کیا۔
انھوں نے رعایا پر سختی کی۔ علاقہ میں برہمی پھیل گئی۔ طبرستان سے ملحق علاقہ دیلم کے باشندوں
نے طبرستان والوں کا ساتھ دیا۔ ایک سید زادے حسن بن زید سے قیادت کی درخواست
کی۔ انھوں نے منظور کیا اور شاہی افواج کو پے در پے شکستیں دے کر ۲۵۰ ہجری میں اپنی
حکومت قائم کر لی۔ اس حکومت میں یہ فرماں روا ہوئے:

حسن بن زید (۲۵۰-۲۷۰ھ)، محمد بن زید (۲۷۰-۲۸۷ھ)، حسن الاطروش بن علی
(۲۸۷-۳۰۵ھ)، حسن بن قاسم (۳۰۵-۳۱۶ھ)

حسن بن زید کو یعقوب بن لیث نے ۲۶۰ ہجری میں طبرستان سے بے دخل کر دیا تھا لیکن
اگلے برس وہ واپس آ گئے۔ آپ غریب پرور، زاہد، عالم و فاضل تھے۔ آپ کی ذہانت

---

[1] ابن کثیر [2] ابن اثیر، ابن کثیر

کے بعد محمد بن زید جانشین ہوئے۔ انھوں نے خراسان پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن اسماعیل سامانی سے شکست کھائی۔ جنگ میں کاری زخم اٹھائے اور ان سے جان بر نہ ہو سکے۔ ۲۸۰ ہجری میں اسماعیل سامانی نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ تین برس بعد حسن بن علی جو اطروش کہلاتے تھے تیرہ برس بُدو دَیلم کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ آپ حضرت زین العابدین کی اولاد سے تھے اور زیدی مذہب رکھتے تھے۔ نہایت عالم بزرگ تھے۔ آپ نے ۳۰۱ ہجری میں دوبارہ طبرستان پائی تو سامانیوں کے ... آپ کے علاوہ حسن بن قاسم نے جو داعی کہلاتے تھے اور اطروش کے داماد تھے، طبرستان کی بازیافت کے لئے کوشش جاری رکھی۔ ان کے دیلمی افسروں نے دغا کی اور وہ کام آ گئے[1]۔

صَفّاریہ ۲۵۲ تا ۲۹۰ھ

یعقوب بن لیث اور اس کا بھائی عَمرو سجستان کے صَفّار یعنی ٹھٹھیرے تھے۔ دونوں جیالے اور بہادر دکھائی دیتے تھے۔ ان دنوں سجستان میں ایک شخص صالح نے اپنے طور سے خوارج کو مٹانے کی مہم چلا رکھی تھی۔ یعقوب اس کی تحریک میں شامل ہو گیا۔ صالح کی وفات اور پھر اس کے جانشین درہم کی گرفتاری کے بعد یعقوب اس تحریک کا سرغنہ ہو گیا۔ اس نے خوارج کی خوب بیخ کنی کی۔ سجستان کے باشندے اس کے ارادت مند ہو گئے۔ یہاں طاہریوں کی حکومت تھی۔ یعقوب نے ۲۵۲ ہجری میں ان سے یہ علاقہ چھین لیا اور خلیفہ کو اطاعت کا عریضہ لکھا۔

یعقوب ایک قسمت آزما شخص تھا۔ اس کی خوش بختی سے طاہریہ کا ستارہ ماند پڑ چکا تھا۔ ۲۵۳ ہجری میں اس نے بنو طاہر سے خراسان کے دو اہم شہر ہرات اور پوشنج چھین لئے۔ اس کی شوکت اور بڑھی۔

خلیفہ معتز نے دیکھا کہ یعقوب والیِ سجستان اور علی بن حسین والیِ فارس کے تیور ٹھیک نہیں تو ۲۵۵ ہجری میں دونوں کو بیک وقت کرمان کا پروانۂ نیابت دے

---

[1] ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون کے مختلف سنین سے ماخوذ ہے۔

بنو طولون (مصر میں): ۲۵۴-۲۹۲ھ

اس خاندان میں چھ فرماں روا ہوئے اس کا بانی احمد بن طولون تھا۔

طولون ایک ترکی غلام تھا جسے نوح بن اسد سامانی نے رشید یا ہارون کو ہدیہ کیا تھا احمد اس کا بیٹا یا متبنیٰ تھا۔ احمد بہادر اور ہونہار نوجوان تھا۔ نہایت متدین اور پرہیزگار تھا۔ ۲۵۴ ہجری میں مصر کے ایک حصہ کا عامل مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد کل مصر کا والی ہوا۔ اس نے اپنی ولایت میں خوب دھاک جمائی۔ لہذا اسے افریقیہ اور شام کی حکومت بھی مل گئی۔

ابن طولون کے روابط خلیفہ کے ساتھ مطیعانہ تھے۔ اس نے ۲۶ برس کی حکومت کے بعد ۲۷۰ ہجری میں وفات پائی۔ قومی اور مذہبی جذبات سے معمور تھا علم کا قدردان تھا۔ اس نے انتظامی اور دینی لحاظ سے کئی کارنامے انجام دیے۔ مصر میں جامع طولونیہ تعمیر کی جس کو تاریخی شہرت نصیب ہوئی۔

احمد کے بعد اس کا بیٹا خمارویہ جانشین ہوا۔ اس کے تعلقات خلافت بغداد کے ساتھ ابتدا میں کشیدہ تھے۔ لیکن بعد میں مصالحت ہو گئی۔ ۲۸۲ ہجری میں اپنی بیٹی قطر الندیٰ خلیفہ معتضد کو بیاہی۔ خمارویہ کو اسی سال ایک خادم نے ذبح کر دیا۔ اس کا بیٹا جیش بھی نو ماہ بعد سرداران فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ اب ہارون بن خمارویہ امیر ہوا۔ اس نے خلیفہ کو اس حد تک ناراض کیا کہ خلیفہ نے مصر پر بحری اور بری دونوں طرف سے فوج بھیج دی۔ اور [illegible] مقابلہ کے دوران میں اچانک مارا گیا۔ [illegible] سعبان نے [illegible] ہتھیار ڈال دیے۔ آل طولون گرفتار ہو کر بغداد [illegible]

بنو سامان ۲۶۱ھ تا ۳۹۵ھ [illegible] سامانی [illegible] سامان [illegible]

[illegible] چار فرزند تھے نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس [illegible]

جن دنوں مامون خراسان کا والی تھا یہ اس سے وابستہ ہو گئے۔ [illegible] مدت
قرب پایا۔ مامون نے خلافت کا منصب سنبھالا تو ان چاروں بھائیوں کو [illegible] میں الگ
الگ صوبوں کی ولایت دی۔ احمد جس کی اولاد نے سامانیہ کی قومی سلطنت کا نشان قائم
کیا فرغانہ کا حاکم تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا نصر ۲۶۱ ہجری میں جانشین ہوا۔ اس کا
دارالحکومت سمرقند تھا۔ طاہریہ کے زوال کے بعد وہ نیم مختار ہوا۔ نصر دیندار اور مدبر
تھا۔ اس نے ۲۷۹ھ میں انتقال کیا تو اس کے بھائی اسماعیل حاکم بخارا نے اس کی جگہ لی
اسماعیل نے بخارا ہی کو صدر مقام بنایا۔ یہیں سے بخارا کی پُرشوکت تاریخ کا آغاز
ہوتا ہے۔ اسماعیل کے [illegible] میں خلیفہ کی بالادستی برائے نام رہ گئی۔ [illegible] ہجری میں خلیفہ
معتضد نے عمرو بن لیث کی خواہش پر ماوراءالنہر کی حکومت اسے دے دی۔ عمرو نے قبضہ
کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا جسے اسماعیل نے شکست دی۔ اب عمرو خود روانہ ہوا۔ اسماعیل
نے لکھا کہ تمہارے پاس وسیع علاقہ ہے، میں سرحد پر ہوں اپنے علاقوں پر قانع رہو اور
مجھے یہیں رہنے دو۔ عمرو نہ مانا۔ جنگ ہوئی۔ عمرو گرفتار ہوا۔ بعد میں اسماعیل نے صفاری
اور علوی حکومتوں پر بھی قبضہ کر لیا اس کی ریاست کا دائرہ ترکستان، خراسان اور
اصفہان وغیرہ پر پھیل گیا۔ نہایت زیرک اور بلند کردار بادشاہ تھا۔ رعایا میں ہر دلعزیز
تھا۔ ملک گیری اور ملک داری کی دوگونہ اہلیت سے اس نے سامانی حکومت کو مضبوط
بنیادوں پر قائم کر دیا۔ اسماعیل کے بعد اس خاندان میں آٹھ بادشاہ ہوئے جن میں
نصر ثانی اور نوح ثانی خاص شہرت رکھتے ہیں۔ اواخر میں خاندانی جھگڑوں سے جو سامانی
وزراء [illegible] علاقے ہاتھ سے نکلنے لگے۔ کچھ علاقوں پر سلطان محمود نے قبضہ کر لیا۔ [illegible]
[illegible] ایلک خاں نے لے لیا۔ اس نے [illegible] میں [illegible] سامانی
[illegible] عبدالملک ثانی کو گرفتار کر لیا۔ یہ [illegible]
نوح [illegible] واپس لینے کی جدوجہد [illegible]
کا چراغ بجھ گیا۔[1]

---

[1] ابن اثیر، ابن کثیر، ابن خلدون کے مقالہ [illegible] سے ماخوذ ہے

سامانی بادشاہ علم و ادب کے دل دادہ تھے۔ ان کے پاس ایک عظیم کتب خانہ تھا جس میں نادر کتابیں تھیں۔ ابن سینا نے اس سے استفادہ کیا تھا۔[1] سامانی بادشاہوں کے دربار سے رودکی اور دقیقی ایسے مشہور شاعر وابستہ تھے

بنو حمدان ۲۹۳ھ تا ۴۰۲ھ بنو حمدان نے موصل، دمشق اور حمص پر حکومت کی۔ عبداللہ بن حمدان بن حمدون عرب کے بنو تغلب کا ایک سردار تھا۔ خلیفہ مکتفی نے ۲۹۳ ہجری میں اسے موصل کا والی بنایا یہیں سے اس خاندان کی سلطنت کی ابتدا ہوتی ہے ۳۰۲ ہجری میں خلیفہ نے اسے سب بھائیوں سمیت گرفتار کیا۔ لیکن دو برس بعد رہا کر کے عہدہ پر بحال کیا۔ عبداللہ بن حمدان کے کئی جانشین ہوئے۔ موصل میں ان کی حکومت کو بنو بویہ نے ۳۶۰ ہجری میں ختم کیا لیکن ۳۰۶ ہجری میں انھوں نے پھر یہاں قبضہ کر لیا۔ ۳۸۰ ہجری میں حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

حلب اور دمشق پر بنو حمدان کے ایک رکن **سیف الدولہ بن حمدان** کا ایک طویل مدت تک قبضہ رہا۔ اس نے ۲۵۶ ہجری میں وفات پائی۔ متنبی اور ابو نصر فارابی اسی کے دربار میں رہے

حلب کے فرماں روا **سعد الدولہ** کے انتقال کے بعد ۳۸۲ ہجری سے یہاں کی حکومت برائے نام رہ گئی ۴۰۲ ہجری میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو حمدان کا ایک امتیاز یہ ہے کہ وہ رومیوں کے مقابلہ پر آہنی دیوار بنے رہے۔ مصر کے بنو فاطمہ کو ان کی حکومت

بنو فاطمہ (مصر میں) ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ یہ بنی عبید اللہ مہدی کی نسبت سے عبیدیہ بھی کہلاتے ہیں۔ فاطمیہ کے نسب سے بعض مورخین نے انکار کیا ہے لیکن ابن خلدون شواہد کے ساتھ اسے درست قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ عباسی خلیفہ مقتدر نے ان کے نسب کو درست مانا تھا۔ مقریزی بھی ابن خلدون کا مؤید ہے۔

---

[1] ابن کثیر سنہ ۴۲۸ ہجری

دینے کے بعد عبیداللہ المہدی کو جو امام ابوالقاسم محمد کی طرف سے شام میں [illegible] کی قیادت کر رہے تھے مبارکباد بھیجی اور مغرب آنے کی درخواست کی۔ یہ خبریں [illegible] خدمت میں پہنچ گئیں۔ خلیفہ نے مہدی کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا۔ مہدی پوشیدہ طور سے مغرب کو روانہ ہو گئے[1]

جناب عبیداللہ نے امام ابوالقاسم اور چند رفقا کے ساتھ تاجرانہ لباس میں سفر کیا۔ ابوالقاسم امام محمد مکتوم کی نسل سے تھے۔ شاہی جاسوس تلاش میں تھے۔ سجلماسہ پہنچے تو وہاں کے حاکم نے گرفتار کر لیا۔ ابوعبداللہ ایک عظیم الشان لشکر لے کر آیا۔ سجلماسہ کے حاکم کو شکست دے کر بھگا دیا اور عبیداللہ کو رہا کرا دیا۔ ابوالقاسم ابھی تک پس منظر میں تھے۔ عبیداللہ کی رقادہ کے مقام پر ۲۹۶ ہجری میں بیعت ہوئی۔ انھوں نے المہدی امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔ یہ دولت عبیدیہ کے پردہ میں فاطمی حکومت کا آغاز تھا۔ مہدی نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تو عبید [illegible] تو اس نے آپ کی حکومت کا تختہ پلٹنے کی سازش کی۔ راز طشت [illegible] ابوعبداللہ مارا گیا[2]

مہدی نے ۳۰۹ ہجری میں [illegible] پر بھی قبضہ کر لیا۔ افریقیہ میں خوارج کا بہت زور تھا۔ ان سے محفوظ رہنے [illegible] مہدی نے افریقیہ کے مغربی ساحل پر مہدیہ نام کا ایک شہر آباد کیا۔ اس کے گرد [illegible] فصیل تعمیر کی اور اسے دارالخلافہ بنا دیا۔

مہدی نے ۳۲۲ ہجری میں وفات پائی [illegible] ابوالقاسم جو پس منظر میں تھے اور القائم بامراللہ کے لقب سے بیعت لی۔ [illegible] ۳۲۲ [illegible] حکومت کی۔ قائم کو اندرون ملک خارجیوں سے اور بیرون ملک [illegible] سے جنگیں [illegible] لنگڑا سردار ابویزید بہت طاقت اور شوکت [illegible] فتح کئے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا [illegible] بستیاں [illegible]

۱۔ ابن خلدون، ابن اثیر [illegible] ذوحسن ابراہیم [illegible]

۲۔ ابن خلدون، ابن کثیر

نے قیروان پر قبضہ جمایا تو قائم کو بھی فکر لگی اور مہدیہ کے گرد خندق کھدوائی۔ ابو یزید نے مہدیہ کا رخ کیا۔ راستہ میں قائم کے بھیجے ہوئے لشکر کو شکست دے کر مہدیہ پہنچ گیا اور مہدیہ کا محاصرہ کی شدت جاری رہی [illegible] آزاد [illegible] میں شکست ہوئی اور ابو یزید کو محاصرہ اٹھانا پڑا۔ وہ قیروان چلا گیا [illegible] دونوں [illegible] قائم کے لشکروں سے اس کے کئی معرکے ہوئے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا اسی اثنا میں قائم نے ۳۳۴ ہجری میں وفات پائی۔

قائم کا بیٹا ابو طاہر اسماعیل المنصور خلیفہ ہوا۔ منصور دلیر اور مرد میدان تھا۔ اس نے بنفس نفیس ابو یزید کا مقابلہ کیا۔ ایک مقام پر تو صرف تیس سپاہیوں کی مدد سے اس کے تیس ہزار لشکر کو شکست دی۔ منصور کی ہیبت بیٹھ گئی۔ ابو یزید نے اس کے بعد بھی خوب مقابلے کئے لیکن کہیں قدم نہ جما سکا۔ آخر ۳۳۶ ہجری میں مجروح ہو کر گرفتار ہوا اور منصور کی قید میں اپنے زخموں سے مر گیا۔

ابو یزید کا اس قدر دبدبہ تھا کہ جب تک اس کا خاتمہ نہ ہوا۔ منصور نے اپنے باپ کی موت پوشیدہ رکھی۔ دو برس بعد ۳۳۶ ہجری میں اس کی موت کا راز کھولا اور اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اس نے قیروان کے قریب صبرہ نام کی ایک بستی کا نام منصوریہ رکھ لیا یہیں قیام اختیار کیا۔ اب یہی بنو فاطمہ کا دارالخلافہ تھا۔ چونکہ منصوریہ قیروان کے مضافات میں تھا اس لئے مورخین قیروان ہی کو دارالخلافہ لکھتے ہیں۔

منصور فاطمی کو منصور عباسی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ دونوں بہت عاقل، شجاع اور مدبر تھے اور بڑی مشکلات کے بعد حکومت مستحکم کر سکے۔ منصور فاطمی نے ابو یزید خارجی کا کام تمام کیا۔

بنو فاطمہ کے چوتھے امام مُعِزّ (۳۴۱ تا ۳۶۵ھ) نے مصر کو فتح کر کے اسلامی تاریخ میں ایک جدید اور نمایاں باب کا اضافہ کیا۔ مصر دولت عباسیہ سے منسلک تھا لیکن اس پر حقیقی تصرف دولت اخشیدیہ نے جما رکھا تھا۔ دولت اخشیدیہ پر زوال اب آسمانی آفات اور بلاؤں کے ساتھ پڑنا شروع ہوا۔ یہ غلا ۳۵۱ ہجری سے

بھی سپرد کیے۔ راضی نے اس ترک گورنر کو اخشید کا لقب دیا۔ اخشید نے ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ [illegible] بعد اس کے بیٹے حکومت کرتے رہے۔ لیکن اصل زمام کار اخشید کے غلام کافور کے ہاتھ میں تھی۔ کافور نے ۳۵۷ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد ۳۵۸ھ میں فاطمی خلیفہ معز کے غلام جوہر نے مصر پر قبضہ کر لیا[1]۔

کافور کو اسلامی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ نسلاً حبشی تھا۔ اسے اخشید نے ۱۸ درہم میں خریدا تھا۔

بریدی حکومت ۳۲۴ تا ۳۳۶ھ

اس حکومت کا بانی ابو عبداللہ بریدی تھا۔ اہواز کے ایک حصہ کا عامل تھا۔ ابن مقلہ وزیر کو رشوت دے کر پورے علاقے کا گورنر ہو گیا۔ دھوکے سے اپنے محسن یاقوت کو مروا دیا اور اس کے علاقے ہتھیا لیے۔ ۳۳۲ھ میں اس کی وفات کے بعد اس کے چار بیٹوں نے کاروبار سنبھالا۔ ان کا مرکز بصرہ تھا۔ واسط کا علاقہ بھی انہوں نے ٹھیکہ پر لے لیا۔ ان کی خلیفہ اور دیگر امراء سے کشمکش ہوتی رہی۔ پھر آپس میں بھی جھگڑے پڑے۔ آل بویہ نے ان سے حکومت چھین لی۔

بنو بریدی فقط دنیا کے بھوکے تھے۔ اس لئے انہوں نے قرامطہ سے بھی اچھے روابط رکھے تاکہ ضرورت پڑنے پر ان کی مدد لے سکیں۔ اس طرح بالواسطہ طور پر ان کے پھیلاؤ میں ممد ہوئے۔

آل بویہ ۳۳۴ تا ۴۴۷ھ

آل بویہ نے تقریباً ایک صدی تک بغداد کی خلافت کو اپنے زیر نگیں رکھا۔ یہ دیلم کے رہنے والے تھے [illegible] کا ایک [illegible] ابتدا میں [illegible] حسن اور احمد۔ [illegible] زیاری حکومت کے بانی مرداویج بن زیار دیلمی کی خدمت

---

(۱) ابن اثیر، ابن کثیر۔

اس کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس کا خازن (یعنی لائبریرین) ابن مسکویہ فلسفہ اور تاریخ میں بہت شہرت رکھتا ہے۔[۱]

عضد الدولہ نے رفاہِ عامہ کے کاموں میں بھی حصہ لیا کئی ہسپتال بنوائے جن میں مفت دوائیں ملتی تھیں۔ نہریں کھدوائیں اور پل تعمیر کروائے۔[۲]

شرف الدولہ بھی علم و فضل کی قدر کرتا تھا۔

بنو شاہین ۳۳۸ تا ۴۰۸ھ

اس خاندان کا بانی عمران بن شاہین ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا شکار پیشہ تھا کچھ جرائم کیے اور سزا سے بچنے کے لئے بھاگ نکلا۔ کوفہ اور واسط کے درمیان کی آبادیوں میں جنھیں ان دنوں بطائح کہتے تھے مقیم ہو گیا۔ شکاری اور قزاق اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کی شان اور قوت دیکھ کر ابو القاسم بریدی نے ۳۳۸ھ میں اسے بعض علاقوں کا افسر کر دیا۔ یہ سلطنت چونکہ بغداد کے پہلو میں تھی اس لئے بویہی امرا نے اسے مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن ابن شاہین کی زندگی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد اس خاندان کو زوال نے آلیا خانہ جنگی نے رہی سہی طاقت ختم کر دی۔ ۴۰۸ھ میں بنو بویہ نے ان سے حکومت چھین لی۔[۳]

غزنویہ (ترک) ۳۵۱ تا ۵۸۲ھ

غزنوی حکومت اس کے پایۂ تخت غزنہ (یا غزنین) سے منسوب ہے۔ اس کا بانی الپتگین سامانیوں کی طرف سے غزنہ کا حاکم تھا۔ اس نے ۳۵۱ ہجری میں منصور بن نوح سے بغاوت کی اور خود مختار ہو بیٹھا۔ اس کی وفات پر حکومت اس کے بیٹے ابو اسحاق کو ملی۔ اس نے ۳۶۶ ہجری میں رحلت کی اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ امرا نے سوچ بچار کے بعد سبکتگین کو جو ابو اسحاق کا غلام تھا اس کی دانائی، دلیری اور مردانگی کے پیش نظر بادشاہ بنایا۔[۴] اس نے اپنی حکومت پشاور سے خراسان تک پھیلائی۔

سبکتگین نے ۲۱ برس کی حکومت کے بعد ۳۸۰ ہجری میں رحلت کی اس وقت

---

[۱] ... [illegible] ... [۲] ابن کثیر [۳] ابن کثیر صہ ۲ [۴] ابن کثیر ...

[۵] ابن اثیر ذکر سنہ ۳۵۱-۳۶۶

ں کا بڑا لڑکا محمود نیشاپور (خراسان) میں تھا۔ اس نے اپنے دوسرے بیٹے اسماعیل کو جانشین
کیا۔ محمود نے اسماعیل پر حملہ کیا اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اسماعیل کی مدت حکومت
سات ماہ ہے۔[1]

محمود نے سامانیوں کے مقبوضات چھین لئے اور ترک اعظم ایلک خان کا ایک
بھی لیا۔ اس نے ہندوستان پر پے در پے سترہ حملے کئے۔

محمود جہانگیر اور کشور کشا ہی نہ تھا، علم پرور اور علما دوست تھا۔ عقائد میں نہایت
پختہ تھا۔ اس نے مخالف عقیدہ کے لوگوں پر خلیفہ کے حکم سے سختی کی۔ جب تک زندہ رہا
خلیفہ کی اطاعت سے باہر نہیں نکلا۔ ہر سال اسے اپنی کارگزاریوں کی رپورٹ بھیجتا تھا۔

محمود کے عہد میں عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ ظلم و ستم کے ازالہ میں خود
دلچسپی لیتا تھا۔ اس نے رفاہِ عامہ کے بھی کئی کارنامے انجام دیئے۔ جیحون پر پہلی بار اس
کے عہد میں پل تعمیر ہوا۔

محمود کے عہد میں غزنہ میں دولت امنڈ آئی۔ پر شکوہ اور نادر عمارات وجود میں
آئیں۔ محمود نے ایک مدرسہ تعمیر کیا جس میں دور دور سے علما کھنچ کر آتے۔ ان میں البیرونی
اور فردوسی ممتاز ترین ہیں۔

محمود نے ۴۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد چودہ بادشاہ [illegible] لیکن محمود کی
عظمت و شوکت کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ غزنوی اور [illegible] کی
سلطنت میں خراسان [illegible] جھگڑے [illegible] غزنہ کے شہزادوں کی حکومت کو ناقابلِ تلافی
نقصان پہنچا۔ غزنوی بادشاہوں [illegible] آخری سلطان [illegible]
[illegible] کی وفات کے بعد اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو عُقَیل (موصل) [illegible] | [illegible] اس کی [illegible] بنو عقیل

---

[1] [illegible] ابن اثیر [illegible] بن [illegible]
[illegible] حضرمی

[illegible] الوطہ بن [illegible] کے [illegible] ابو [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] بچی کے [illegible] میں [illegible] [illegible]

انتقال [illegible] امیر شرف الدولہ مسلم بن قریش [illegible] شرف الدولہ وفات
۴۱۹ [illegible] بہت شہرت کے مالک رہے ہیں۔ ان کی [illegible] لبنان [illegible]
شرف الدولہ کے ان سے اچھے روابط تھے ملک شاہ نے اسے [illegible] دی تھی۔ اس کو
۴۸۹ھ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔[1]

سلاجقہ ۴۲۹ھ تا ۵۹۰ھ

چوتھی صدی ہجری میں وسط ایشیا کے نیم وحشی اور خانہ بدوش ترکوں نے گروہ در گروہ اسلامی قلمرو میں آباد ہونا شروع کر دیا۔ انہی میں ایک ترک سردار سلجوق نام بھی تھا۔ سلجوق کا باپ تقاق یا تقاق (یعنی نئی کمان) ایک باعزت رئیس تھا۔ سلجوق نے بھی شاہ اتراک کے پاس اعلیٰ مرتبہ پیدا کیا اور اس سے شباسی (زمانہ حبش) کا خطاب پایا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ اس کے عروج و اقبال کو دیکھ کر بدگمان ہوا اور اس کی جان لینے کا قصد کیا۔ سلجوق کو علم ہوا تو اپنے خاندان والوں اور حامیوں کو لے کر اسلامی علاقہ میں چلا آیا اور اسلام سے مشرف ہوا۔[2]

سلجوق کی اولاد میں شجاع اور نامور سردار اٹھے۔ سلطان محمود غزنوی ان کی ہمت و شجاعت دیکھ کر انہیں ان کی مرضی کے خلاف خراسان لے گیا۔ آل سلجوق اپنی روز افزوں طاقت کے زور سے ادھر ادھر کے علاقوں پر پنجہ گاڑنے کی کوشش میں مصروف رہے۔ سلطان محمود کے بیٹے مسعود سے ان کے معرکے ہوتے اور اس سے خراسان کا علاقہ لے لیا [illegible] طغرل بیگ محمد نے جو سلجوق کا پوتا اور خاندان کا سربراہ تھا، سلطان معظم [illegible]

---

[1] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون

[2] ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ دولت آل سلجوق اصفہانی

بل رہا تھا۔ ادھر بغداد میں نظم و نسق تباہ ہو چکا تھا اور ایک سرکش مزاج سردار بساسیری عباسی حکومت کو مٹانے کی سعی کر رہا تھا۔ اس لئے خلیفہ قائم نے اپنے ایلچی کو حکم دیا کہ طغرل کو بغداد آنے کی دعوت دو۔[1] ۴۴۷ ہجری میں طغرل بغداد آیا۔ الملک الرحیم اور امراء و اشراف نے اس کی پیشوائی کی۔ بغداد میں طغرل اور الملک الرحیم دونوں کا خطبہ جاری ہوا۔ لیکن چند روز بعد ایک بدگمانی کی بنا پر طغرل نے الملک الرحیم کو مقید کر دیا اور بویہی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ بنو سلجوق نے اسلامی مملکت میں مندرجہ ذیل ممتاز سلطنتیں قائم کیں۔

۱۔ سلاجقۂ عظمیٰ:۔ ان کا مرکز بغداد تھا۔ امیر الامراء کا عہدہ انہی کے پاس تھا اس لئے یہ سلطنت تاریخ میں نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔

۲۔ سلاجقۂ کرمان: یہ خاندان قاردت بک بن داود بن میکائیل کی نسل سے تھا۔ ۴۳۳ ہجری سے ۵۸۳ ہجری تک حکمران رہا۔

۳۔ سلاجقۂ روم: اس کا بانی سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق تھا۔ اس نے ۴۷۰ ہجری سے لے کر ۷۰۰ ہجری تک حکومت کی۔ عثمانی ترکوں اور مغلوں نے اس کا خاتمہ کیا۔

۴۔ سلاجقۂ شام: اس کا بانی تتش بن الپ ارسلان تھا۔ اس کی مدتِ حکومت ۴۸۷ تا ۵۱۱ ہجری ہے۔[2]

بعض مورخین عراق و کردستان کے سلاجقہ کی بھی الگ حکومت شمار کرتے ہیں لیکن ان کی تاریخ سلاجقۂ عظمیٰ سے اس حد تک وابستہ رہی کہ اس کا جداگانہ مطالعہ مشکل ہے۔ سلاجقۂ عظمیٰ اور سلاجقۂ روم کی سرگزشت نہایت ممتاز اور پر شکوہ ہے۔ لیکن خلافتِ بغداد سے چونکہ صرف سلاجقۂ عظمیٰ کا واسطہ تھا اس لئے اس وقت ہماری غرض انہی سے ہے۔

طغرل بک نے بغداد میں مقیم ہونے کے بعد خلیفہ کو اپنے زیرِ اثر کر لیا۔ خلیفہ نے اسے

---

[1] دولت آلِ سلجوق اصفہانی۔ ابن کثیر ۱۲/۶۶
[2] سلاجقۂ کرمان، سلاجقۂ روم اور سلاجقۂ شام کے حوالے کے لئے دیکھو محاضرات خضری

ملک المشرق والمغرب کا خطاب دیا اور تمام کارِ حکومت سپرد کر دیا۔[1] طغرل آٹھ برس اس عہدہ پر متمکن رہا۔ اس نے سرکش عناصر کا خاتمہ کر کے بغداد میں ایک مضبوط حکومت قائم کی اور بنو فاطمہ کا زور توڑ دیا۔ لیکن اس کے ہاتھوں خلیفہ کا وقار اور بھی گر گیا۔ اس نے ۴۵۴ ہجری میں خلیفہ قائم کی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ خلیفہ پہلے تو طیش میں آیا لیکن پھر طغرل کی بڑھتی طاقت کے آگے جھکنا پڑا اور دو برس بعد ۴۵۵ ہجری میں خلیفہ نے بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اس کے گیارہ ماہ بعد طغرل نے وفات پائی۔ طغرل کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجے سلیمان بن داؤد کو جانشین کر گیا۔ لیکن امرا نے اس کا ساتھ نہ دیا اور سلیمان کا بھائی الپ ارسلان بن داؤد سلطان العالم کے لقب سے امیر الامرا بنا۔[2]

الپ ارسلان کا قیصرِ روم ارمانوس سے ایک معرکہ ہوا۔ رومی دو لاکھ تھے اور مسلمان پندرہ بیس ہزار سے اوپر نہ تھے۔ لیکن ایسی ہمت اور ولولہ سے لڑے کہ خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ارمانوس گرفتار ہوا۔ الپ ارسلان نے اسے آزاد کر دیا اور شاہانہ اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔[3] عبیدی دور میں مکہ میں مصری خلفاء کا خطبہ رائج ہو گیا تھا۔ الپ ارسلان کے عہد میں مکہ کے حاکم نے خود بخود عباسی خلیفہ کی اطاعت کر لی اور الپ ارسلان کو خط لکھا۔[4]

الپ ارسلان نے دس برس کی پر جلال حکومت کے بعد ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی اس کا بیٹا ملک شاہ جانشین ہوا۔

ملک شاہ کا دائرہ اقتدار دور دور تک پھیل گیا۔ ماوراءالنہر کے سب علاقے تسخیر کر لئے اور اسلامی سرحدیں چین کی حدود تک پہنچ گئیں۔ رومی بادشاہوں نے ملک شاہ کو خراج پیش کیا۔[5]

۴۷۴ھ میں خلیفہ مقتدی کا ملک شاہ کی لڑکی سے نکاح ہوا۔ چھ برس بعد رخصتی ہوئی طرفین نے اس قدر دولت اڑائی کہ اندازہ مشکل ہے۔[6]

ملک شاہ نے تیس برس کی حکومت کے بعد ۴۸۵ ہجری میں رحلت کی۔ وہ مدت

---

[1] ابن خلدون [2] ابن کثیر [3] ابن کثیر [4] ابن کثیر [5] ابن کثیر، ابن اثیر [6] ابن کثیر، ابن اثیر

ایک خیال یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ نظام الملک کی ہلاکت میں ملک شاہ کا ہاتھ تھا۔ ملک شاہ، نظام الملک کی خود پسندی و خودرائی سے تنگ آگیا تھا۔ ایک بار اس کے پاس بزرگ بھیجا اور تنبیہ کے لئے معزولی کی دھمکی دی۔ نظام الملک نے ایلچیوں کو سخت و تلخ جواب دیا اور کہا کہ تمہاری کامیابیاں اس وقت تک ہیں جب تک تمہاری کلاہ و میری دوات کا تعلق قائم ہے۔ تم نے میری وزارت کو دھکا دیا تو تمہاری حکومت کا تختہ بھی الٹ جائے گا۔ ملک شاہ نے یہ جواب سنا تو نظام الملک کا صفایا کرا دیا۔

نظام الملک دیندار، عدل پرور اور غریب دوست تھا۔ خود علم اور علماء و فضلاء کا قدردان تھا۔ اس کی مجلس فقہاء و علماء سے معمور رہتی تھی۔ اس نے علم کی ترویج و تقویت میں بہت سرگرمی دکھائی۔ ایک وسیع رقبہ میں مدرسہ نظامیہ کی بنا رکھی جس میں بڑے بڑے نامور علماء درس دیتے تھے[1] اور بھی کئی مدرسے بنائے تھے[2]۔ نظام الملک خود بھی علم و فضل میں بلند درجہ رکھتا تھا۔ اس کی کتاب سیاست نامہ بہت مشہور ہے۔

اتابکیہ — بنو زنگی

اتابک یا اتابیگ کے لغوی معنی ہیں شہزادہ کا باپ۔ سلاجقہ نے اپنے کئی ممتاز اتالیقوں کو یہ لقب دیا تھا جن میں بعض کی [illegible] حکومت بھی چلی[3]۔ اتابکیہ سب ترک تھے۔ ان میں مشہور ترین خاندان بنو زنگی کا ہے۔ بنو زنگی نے موصل، حلب، دمشق کا پایۂ تخت، سنجار اور جزیرہ پر حکومت کی۔

اس خاندان کی بنا ۵۲۱ ہجری میں اتابک عماد الدین زنگی نے رکھی۔ اس کا باپ [illegible] قسیم الدولہ آق سنقر، ملک شاہ سلجوقی کا غلام تھا۔ اسے ملک شاہ نے خدمات جلیلہ کے عوض حلب کا والی بنایا۔ ملک شاہ کے بعد اس کے وارثوں میں تلوار چل گئی۔ قسیم الدولہ برکیارق کا مطیع تھا۔ ملک شاہ کے بھائی تتش نے اسے مار ڈالا۔ اس وقت عماد الدین کم سن تھا۔ سعد جہ

---

[1] ابن اثیر، ابن کثیر [2] حسن المحاضرات ۲: ۱۳۹

[3] مثلاً اتابکیہ دمشق [illegible]، اتابکیہ اربل (۵۳۹ تا ۶۳۰ھ)، اتابکیہ آذربائیجان (۵۳۱ تا ۶۲۲ھ)، اتابکیہ فارس یا سلغریہ (۵۴۳ تا ۶۸۶ھ)، اتابکیہ لرستان یا ہزار سپیہ (۵۴۳ تا ۸۲۷ھ)

نے اس کے باپ کی خدمات ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پرورش کی۔ عماد الدین نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو حق نمک ادا کیا اور سلاجقہ کے ذی رائے اور باہمت خیرخواہوں میں شمار ہونے لگا۔ ۵۲۱ ہجری میں پہلے عراق کا شحنہ مقرر ہوا اور پھر موصل کی ولایت حاصل کی۔

عماد الدین زنگی کو جس چیز نے شہرتِ جاوید عطا کی وہ صلیب پرستوں کا انسداد ہے۔ صلیبی فوج شام کے ساحلی علاقوں پر قابض ہو چکی تھیں اور آگے بڑھنے کو پر تول رہی تھیں۔ زنگی نے ان پر متعدد شکستیں دے کر ان کی کمر توڑ دی۔ قیصرِ روم خود لشکر لے کر شام پر حملہ آور ہوا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا۔ لیکن جب عماد الدین میدان میں اترا تو قیصر اسباب و آلات چھوڑ کر الٹے پاؤں بھاگا۔ عماد الدین نے ۵۳۹ھ میں عیسائیوں سے ایک عظیم شہر رہا چھین لیا۔ اس کے دو برس بعد ۵۴۱ ہجری میں اپنے غلاموں کے ہاتھوں سوتے میں مارا گیا۔ عماد الدین ایک محتاط مدبر اور عادل حاکم تھا۔ اس کی ولایت آباد رعیت خوشحال تھی۔

عماد الدین کی وفات کے بعد اس کی ریاست دو بیٹوں پر بٹ گئی۔ موصل سیف الدین غازی کو ملا اور حلب نور الدین محمود کو۔ عماد الدین غازی نے صلیبی قسمت آزماؤں کے مقابلہ پر جو درخشاں روایات قائم کی تھیں نور الدین نے ان کی آب و تاب بڑھائی۔ اس نے اٹھائیس برس حکومت کی۔ اس طویل مدت میں عیسائیوں کے ارمان خاک میں ملاتا رہا۔ ان مہمات میں اس کے بھائیوں سیف الدین غازی (وفات ۵۴۴ھ) اور اس کے جانشین قطب الدین مودود کی امداد بھی اسے حاصل رہی۔ صلیبی طوفان بارہا اسلام کی چٹان سے ٹکرائے لیکن ہر بار نامراد پلٹے۔ ۵۴۳ھ میں صلیبیوں کا ایک لشکر جرار تین بادشاہوں کی قیادت میں آیا۔ زنگی نے انہیں عبرت انگیز شکست دی اور تینوں کو گرفتار کیا۔ اس نے صلیبیوں سے پچاس سے زائد شہر واپس لئے۔ نور الدین کو مجبوراً مصر میں بھی دخل دینا پڑا۔ وہاں فاطمی خلافت تھی۔ عیسائی افواج مصر کے سینہ پر دندناتی پھرتی تھیں اور ادھر فاطمی امراء آپس میں دست و گریباں تھے۔ مصر کا ایک امیر شاور اپنے ایک حریف کے خلاف مدد چاہنے نور الدین کے پاس آیا۔ نور الدین کے ایک سالار شیر کوہ نے تین حملوں کے بعد مصر کے

برف باری ہوئی کہ اسے پلٹنا پڑا۔

علاؤالدین کے عہد میں تاتاریوں نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا۔ تاتار کے حالات کے ضمن میں ہم علاؤالدین اور اس کے بیٹے جلال الدین ۶۱۷ تا ۶۲۸ھ کا تذکرہ کر آئے ہیں۔

بنو ایوب (۵۶۴ تا ۶۵۷ھ)

دولت ایوبیہ کی بنا صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ ہجری میں مصر کے صوبہ میں رکھی۔ پھر شام سے گزر کر فرات تک پھیل گئی۔ یہ خاندان صلاح الدین کے باپ نجم الدین ایوب سے منسوب ہے۔

نجم الدین کا باپ شادی آذربائیجان کا ایک کرد سردار تھا۔ سلاجقہ کے زمرۂ امراء میں شامل ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے نجم الدین ایوب اور اسدالدین شیرکوہ۔ یہ دونوں بھائی شادی کی وفات کے بعد عماد الدین زنگی والی موصل سے وابستہ ہوتے۔ عماد الدین نے ان کی قدر پہچانی اور اہم خدمات سپرد کیں۔ نورالدین زنگی کے عہد میں ان کا وقار بدستور قائم رہا۔ اسدالدین سپہ سالاری کے عہدہ پر پہنچا اور نجم الدین کو دمشق میں جاگیر ملی۔

صلاح الدین ایوبی ۵۳۲ھ ہجری میں تکریت کے شہر میں پیدا ہوا۔ نجم الدین وہاں کا حاکم تھا۔ [illegible] سے معزول ہو کر تکریت سے نکلنا تھا۔ اس لئے بیٹے کی پیدائش کو بدشگونی کی [illegible]

صلاح الدین نے ہوش سنبھالا تو نورالدین کی خدمت اختیار کی۔ جلد نورالدین کی نظر میں کھب گیا اور اس کے مقربین میں شامل ہوا۔ نورالدین اسے سفر و حضر میں ساتھ رکھتا تھا۔

صلاح الدین کا چچا اسدالدین ۵۶۲ ہجری میں دوسری بار نورالدین کی [illegible] سے مصر گیا تو صلاح الدین بھی بادل ناخواستہ ہمراہ ہوا۔ شیرکوہ [illegible] فاطمی خلیفہ کا وزیر [illegible] ہوا۔ جب اس نے ۵۶۴ ہجری میں وفات پائی تو یہ منصب صلاح الدین ایوبی کو [illegible] [illegible] فاطمی خلیفہ کا وزیر تھا لیکن حقیقتہً وہ [illegible] زمانی تھا۔ ایوبی نے ۵۶۷ ہجری میں فاطمی خلافت کو مٹا کر عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا۔

[illegible] [illegible] ایک دوسرے سے الجھے رہے اور

[illegible]

اہلِ صلیب کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ رہا۔ ناچار صلاح الدین نے آتابکیہ کے مقبوضات پر سرپرستی قائم کی جیسا کہ ہم سابقہ صفحات میں دیکھ آئے ہیں۔ ایوبی نے نواحِ شام کے بعض دیگر علاقے بھی اپنی قلمرو میں شامل کر لئے۔ اس کی ریاست نیل پار سے لے کر فرات تک پھیل گئی۔ اب اس کے لئے سہل تھا کہ صلیبی لشکروں کا غرور توڑ دے۔

صلاح الدین ایوبی کی زندگی کا باقی حصہ صلیبی معرکوں میں بسر ہوا۔ اس نے یورپ کے بپھرتے ہوئے طوفانوں کا بار بار منہ پھیرا اور تقریباً نوّے برس کے صلیبی قبضہ کے بعد بیت المقدس کا شہر واپس لیا۔

صلاح الدین نے ۵۸۹ ہجری میں دمشق کے شہر میں وفات پائی اس کی عمر ۵۵ برس تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ اس کی تلوار بھی دفن کر دی گئی۔[1]

ایوبی کشورکشا جرنیل ہی نہ تھا اسلام کا ایک صادق الایمان خادم اور مبلغ بھی تھا۔ نیک نفس، نیک نہاد، پاک باطن، پاکیزہ کردار، شیریں زبان اور وسیع القلب تھا۔ ہاتھ زبان یا قلم سے کسی کو دکھ نہیں دیتا تھا۔ اس کی زبان سے کبھی گرا ہوا لفظ نہیں سنا گیا۔[2]

صلاح الدین ایوبی کو سنتِ نبوی سے عشق تھا۔ حدیثِ نبوی کے بغیر اسلام کو درست طور پر سمجھنا اور اس پر صحیح عمل کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے ایوبی نے نہ صرف خود حدیثِ نبوی کا علم حاصل کیا بلکہ اس کی عام اشاعت پر بھی پوری توجہ کی۔ اس نے کئی دارالعلوم قائم کئے۔ جن میں حدیث اور دیگر علوم کی تدریس ہوتی تھی۔

ایوبی کو حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر بے تاب محبت تھی کہ میدانِ جنگ میں بھی علماء سے حدیث سنتا تھا۔ امام مالکؒ کی موطا کا درس سننے کے لئے اسکندریہ گیا اور ابوطاہر سے یہ کتاب پڑھی۔ حدیث سنتا تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

ایوبی صاحبِ علم تھا۔ شرعی علوم میں بلند پایہ رکھتا تھا۔ اس کو عقائد کی درستی کا بہت

۱۔ ابن کثیر۔ کتاب الروضتین از شہاب الدین مقدسی۔

۲۔ ذہبی ۵۸۹ھ، ابن اثیر و ابن کثیر ۵۸۹ھ، سیوطی ذکر ایوبیان۔

تبصرہ

نظامِ حکومت

آئین حکومت کا سربراہ خلیفہ یا امیرالمومنین کہلاتا تھا۔ خلیفہ کا منصب موروثی تھا۔ انتخاب منعقد نہیں ہوتا تھا البتہ امراء سے بیعت لی جاتی تھی۔ یہ ان کی رضامندی اور وفاداری کا عہد ہوتا تھا۔ خلافت کے ایک سے زائد امیدوار اٹھ کھڑے ہوتے تو امرائے سلطنت اور ارکانِ دربار کو دخل دینے کا موقع مل جاتا تھا۔ لیکن ایسے میں فیصلہ بجائے گفت و شنید کے جنگ سے ہوتا تھا۔

ہر خلیفہ اپنی زندگی میں جانشین نامزد کر جاتا اور اس کے لیے بیعت حاصل کر لیتا تھا۔ اسے ولی عہد کہتے تھے۔ ولی عہد کو کاروبارِ حکومت اور حربی مہارت میں تجربہ دلایا جاتا تھا۔ خلیفہ کے مرنے کے بعد ولی عہد کی دوبارہ بیعت ہوتی تھی۔ ارکانِ حکومت اس موقع پر حاضر ہوتے تھے۔ بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ جھک کر خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے، اس کے ہاتھ کو چومتے اور نہایت تعظیم سے واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر خلیفہ کو نذرانے پیش کیے جاتے۔ وہ بھی انعامات بانٹتا اور خلعتوں سے نوازتا تھا۔

خلافت نشینی کا روایتی طریقہ یہی تھا لیکن دورِ زوال میں بالادست ترکوں اور دیگر امراء کے ہاتھوں بعض اوقات اس طریقہ کو چھوڑ کر من مانے طریقے سے خلیفہ کو مقرر کر دیا جاتا تھا۔

اگرچہ خلیفہ کسی مجلسِ مشاورت کا پابند نہ تھا لیکن سب خلفاء اپنے ارکانِ دربار، وزراء اور ناظمین اعلیٰ سے مشورہ کرتے تھے۔ مامون کے عہد میں تو اس مقصد کے لیے باقاعدہ ایک مجلس نامزد تھی جس میں امورِ حکومت کے بارہ میں آزادانہ بحث ہوتی تھی۔

خلیفہ کے اختیارات نہایت وسیع تھے۔ اگرچہ عدلیہ کا صیغہ الگ تھا اور قاضی حکومت کے اثر اور دبدبہ سے بے نیاز ہو کر فیصلے دیتے لیکن انتظامی اور سیاسی امور میں خلفاء عدالتوں کے پابند نہ تھے۔

سے بہت کم پکارا جاتا تھا۔ ان کے عہدوں کے نام حکموں کے لحاظ سے تھے۔ وزارت کے
نام کا جس عہدہ پر اطلاق ہوتا تھا وزارتِ تفویض تھی۔

وزارتِ تفویض کو آج کل کی اصطلاح میں وزارتِ عظمیٰ کہہ لیجیے لیکن اس وقت
اسے فقط وزارت ہی کہا جاتا تھا۔ وزیر کے اختیارات کا کوئی تعین نہ تھا۔ خلیفہ صاحبِ تدبیر
اور کارگزار ہوتا تو وزیر کے اختیارات محدود ہوتے تھے۔ خلیفہ کمزور یا بے پروا ہوتا تو وزیر کے
اقتدار کا دائرہ بہت پھیل جاتا تھا۔ اس کے اختیارات تقریباً وہی ہو جاتے تھے جو آج کل وزیر اعظم
کے ہوتے ہیں۔ بیت المال پر اس کو پوری دسترس حاصل ہوتی تھی۔

وزیر کا عہدہ کلیدی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لیے اس کے انتخاب میں خلیفہ بڑی احتیاط
برتتا تھا اور حتی الوسع قابل، دیانت دار اور متقی شخص کو مقرر کرتا تھا۔

وزیر اعظم اور وزرائے سلطنت کی مجلس دیوان العزیز[1] کہلاتی [illegible]
اس کے صدر کی حیثیت میں وزیر اعظم کو وزیر الدیوان العزیز کہتے تھے۔

وزیر کے عہدہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا تقرر نہایت پُرشوکت رسم سے ہوتا تھا۔
دو بلند مرتبہ وزیروں کی معرفت اس کی طلبی ہوتی تھی۔ وہ خلیفہ کے سامنے حاضر ہوتا اور رسمِ
تعظیم پیش کرنے اور خلعتِ وزارت زیبِ بدن کرنے کے بعد امراء، رؤسا اور خدم و حشم
کے جلوس میں سوار ہو کر اپنے دفتر کو جاتا تھا۔ وہاں اپنی نشست پر بیٹھ چکتا تو اس کے تقرر
کی منادی ہوتی تھی۔

وزارت کے عہدہ پر بڑی بڑی عالی شان ہستیاں متمکن ہوئیں۔ ان کے کارناموں اور تذکروں
سے تاریخ کے صفحات بھرپور ہیں۔ ابو سلمہ خلال، برامکہ، ابو ایوب موریانی، اور حسن بن سہل وغیرہ
ان میں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

امیر الامراء کا عہدہ قائم ہونے کے بعد خلیفہ کے وزیر کی اہمیت بہت کم رہ گئی۔ امیر الامراء
کا الگ وزیر ہوتا تھا۔ اس کی شان خلیفہ کے وزیر سے بہت بلند تھی۔ بویہی عہد میں خلیفہ کے

---

[1] عزیز کے لغوی معنی ہیں مُعزّز

[illegible] رئیس الرؤساء کہلاتے تھے۔ سلجوقی امیر الامراء کے وزرا میں نظام الملک طوسی بہت شہرت رکھتا ہے۔

حاجب: خلیفہ اور عوام کے درمیان افسر رابطہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جن سائلوں یا [illegible] کو خلیفہ کے سامنے پیش ہونا ہوتا حاجب انہیں موزوں آداب اور سلیقہ کے ساتھ [illegible] تھا۔ امراء و سفراء کو بھی حاجب ہی خلیفہ کی بارگاہ میں پہنچاتا تھا۔

حاجب خلیفہ کے حرس یعنی محافظ دستہ (باڈی گارڈ) کا کمانڈر بھی ہوتا تھا۔

کاتب: خلیفہ کے میر منشی (چیف سیکرٹری) کو کاتب کہتے تھے۔ کاتب اعلیٰ ادیب کا [illegible] ہوتا تھا۔ وہ خلیفہ کے لیے چٹھیوں کے مسودے مرتب کرتا تھا۔ اس عہدہ پر بڑی غیر معمولی [illegible] رہے۔ کئی ہی کاتب تھے جو عربی ادب میں اپنا نام چھوڑ گئے۔

دیوان التوقیع بھی کاتب ہی کے زیر اہتمام ہوتا تھا۔

قاضی القضاۃ: مملکت کے محکمۂ عدلیہ کا ناظم اعلیٰ قاضی القضاۃ کہلاتا تھا۔ قاضی القضاۃ [illegible] وقت فقیہ ہوتا تھا۔ اس عہدہ پر قاضی ابو یوسف اور یحییٰ بن اکثم ایسے فقہا فائز رہے۔ قاضی القضاۃ اہم مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔ وہ خلیفہ کا قانونی مشیر ہوتا تھا۔ ملک بھر کے قاضیوں اور ان کی عدالتوں کی نگرانی اسی کے سپرد ہوتی تھی۔ قاضیوں کا تقرر و عزل اس کے اختیار میں ہوتا تھا۔

قضا کا محکمہ انتظامیہ سے بالکل آزاد تھا۔ قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرر تھیں۔ عدالت کو دار القضاء کہتے تھے۔ قاضی کے پاس مختصر عملہ اور ریکارڈ ہوتا تھا۔

ہر قاضی کی مدد کے لیے ایک مُعَدِّل ہوتا تھا جس کے ذمے یہ تحقیق بہم پہنچانی ہوتی تھی کہ گواہ اعتماد کے قابل ہے یا نہیں۔

امیر الامراء: یہ عہدہ بنو عباس کے دور انحطاط میں قائم ہوا۔ امیر الامراء مرکزی فوج کا سپہ سالار اعلیٰ اور عراق و فارس کا گورنر ہوتا تھا۔ اس عہدہ کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ امیر الامراء اپنے لیے بلند بانگ القاب پسند کرتے تھے جن میں سے سلطان کا لقب عام مستعمل رہا۔

رئیس الاطبّاء: شاہی طبیب اور ہسپتالوں کا ناظم اعلیٰ ہوتا تھا۔

رئیس التعمیر یا امیر البناء: سول چیف انجینئر کو کہتے تھے۔

والی التجارت: تجارت کی بہبود اس کے ذمے ہوتی تھی۔ عباسی دور میں تجارت بہت وسیع اور منظم تھی۔ تاجروں کی انجمنیں قائم تھیں۔ انجمن کا صدر رئیس التجار کہلاتا تھا۔

اوپر جس قدر عہدہ داروں کا ذکر آیا ہے ان کے اپنے دفتر ہوتے تھے۔ ان دفاتر کے علاوہ مندرجہ ذیل دیوان (محکمے یا شعبے) تھے۔

دیوان التوقیع: یہاں خلیفہ کے جاری کردہ خاص احکام کی نقلیں رکھی جاتی تھیں

دیوان الرسائل: (ڈسپیچ ڈیپارٹمنٹ) یہاں سے مرکزی حکومت کی عام چٹھیاں جاری ہوتی تھیں۔

دیوان السّر: اس دفتر میں خلیفہ کے خفیہ کاغذات ہوتے تھے۔

دیوان الضیاع: جاگیروں کا محکمہ۔ خلافت کے سرکاری اخراجات کے لیے جو جاگیریں وقف تھیں ان کا اہتمام اس صیغہ میں ہوتا تھا۔

دیوان الاعیانی: جو جاگیریں خلیفہ کی ذاتی ملک تھیں وہ اس دفتر کے زیر انتظام تھیں۔

دیوان النفقات: قصر خلافت کے انصرام اور اخراجات کا دفتر۔

دیوان الخراج: یہ مالیات کا محکمہ تھا جو وزیر کے تحت ہوتا تھا۔ آمدنی کے کئی ذرائع تھے: زکوٰۃ، عشر، خراج، معدنیات کا خمس، جزیہ، تجارتی محصولات، درآمدی محصولات، تحائف، مالِ غنیمت وغیرہ۔

دیوان الخراج کے جس شعبہ میں اہل ذمہ کے جزیہ اور دیگر محصولات کا حساب ہوتا تھا اسے دیوان الجزیہ یا دیوان الذمہ کہتے تھے۔

دیوان الشرطہ: دیوان الشرطہ پولیس کے محکمہ کا نام تھا۔ اس کے ناظم اعلیٰ کو والی الشرطہ یا صاحب الشرطہ کہتے تھے۔ احتساب کا صیغہ بھی اس کے تحت تھا۔

احتساب یا حِسبۃ: اس صیغے کے ناظر کو مُحتَسِب کہتے تھے۔ محتسب کا کام یہ ہوتا تھا کہ علانیہ برائیوں کا سدِ باب کرے، اوزان اور پیمانوں کی پڑتال کرے، تجارت اور

ہوتے۔ عارف دس سپاہیوں کا افسر ہوتا تھا۔

بری فوج دو قسم کی تھی:

۱۔ حربیہ: ان کے پاس نیزہ، ڈھال اور تلوار [illegible]

۲۔ رامیہ: یعنی تیر انداز۔

فوج کے ساتھ سامان رسد وافر ہوتا تھا۔ طبیب اور [illegible] رہتے [illegible] فوج کے انجینئرنگ [illegible] کو امیر المنجنیقیون کہتے تھے۔

بحریہ کا افسر اعلیٰ امیر البحر کہلاتا تھا۔ ہر جہاز کا [illegible] [illegible] کہتے تھے۔ یہ جنگی افسر ہوتا تھا۔ جہاز [illegible] کا کام [illegible] افسر کے [illegible] کہلاتا تھا۔

بیڑے میں آتش بار کشتیاں بھی ہوتی تھیں جنہیں حراقہ کہتے تھے۔

مالی انتظام

[illegible] کی صوبوں میں مستقل [illegible] صوبے [illegible] کی طرف سے مقرر ہوتے تھے۔ انہیں آمدن کا پورا حساب دینا ہوتا تھی۔ اگر [illegible] خلاف شکایت آتی تو خلیفہ بازپرس کرتا تھا۔ وہ بعض دفعہ انتظامی مصلحت کی خاطر بھی [illegible] کو علیحدہ کر دیتا تھا۔ بارہا تاوانوں اور سخت سزاؤں کی نوبت بھی آئی۔ خلفاء والیوں پر کڑی نظر رکھتے تھے کہ خود مختار نہ ہو جائیں۔ ان کو جاسوسوں کے جال میں گھیرے رکھتے تھے۔ خلیفہ کو ان کی ایک ایک حرکت کی خبر رہتی تھی۔

دفاتر کی پڑتال اور عمل داری کی عام جانچ کے لیے ایک افسر مقرر تھا جس کو مشرف المملکت کہتے تھے۔ اس کے تحت کئی مشرف یا ناظر (انسپکٹر) ہوتے تھے جو ملک بھر کی سرکاری کارگزاری کا معائنہ کرتے رہتے۔ جو بدعنوانی ملاحظہ میں آتی اس کی اطلاع خلیفہ کو ہو جاتی تھی۔ اس لیے والی بہت محتاط رہتے تھے۔

دورِ انحطاط میں صوبوں کے والی خود سر ہو گئے۔ جو امیر طاقت پکڑتا بہ زورِ شمشیر کسی صوبہ پر قبضہ جما لیتا۔ خلیفہ اسے پروانۂ حکومت عطا کر دیتا تھا۔ وہ مناسب رقم خلیفہ کو پیش کر دیتا۔ تاہم ایسے والیوں کا وجود بھی تھا جو ملی اتحاد پر نظر کر کے اطاعت گزار رہے۔ سلطان

محمود غزنوی ہر سال اپنی کارگزاری کی رپورٹ خلیفہ کو بھیجتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی بھی خلیفہ کا مطیع و فرماں بردار رہا۔

صوبوں میں بھی مرکزی حکومت کی طرز پہ محکمے اور دفاتر کام کرتے تھے۔ ان کی ہیئت بہت سادہ تھی۔

والی اور اس کا عملہ مقامی امور میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ دیہات اور شہروں کے [illegible] اپنا نظام کار خود چلاتے تھے اور حکومت کے واجبات جمع کر کے خود ادا کرتے تھے [illegible] کے درمیان کوئی جھگڑا [illegible] قاضی دین کا نائب [illegible] ورنہ مقامی [illegible] بطور [illegible] نظام چل رہا تھا۔

فنون کے ذخیرہ کا ترجمہ ہوا۔ سائنس، فلسفہ، الٰہیات، ہیئت، منطق وغیرہ میں یک بیک بہت سی کتابیں آ گئیں۔ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ [illegible] میں
سو [illegible] [illegible] [illegible] بردار ہو گئے۔
بالخصوص [illegible] [illegible] سے علم [illegible]
تھے۔ انھوں نے جان و مال اسی راہ میں وقف کر دیئے۔ ان کی مخلصانہ کاوشیں ثمر بار ہوئیں اور امت کے لیے ایک بیش بہا علمی ورثہ تیار ہوا۔

۴۔ اہل علم اور اہل ثروت کی توجہ سے کتابوں کا کاروبار پھیلا۔ کاغذ کی ضرورت بڑھی اور کثیر مقدار میں تیار ہونے لگا۔ کاغذ کے اولین کارخانے خراسان میں نظر آتے ہیں۔ یہ صنعت وہاں قبل اسلام سے موجود تھی۔ ممکن ہے چین کی ہمسائیگی کا اثر ہو لیکن اس وقت کاغذ بہت قیمتی تھا۔ اسلامی فتوحات جب چین سے ادھر آئے تو انھوں نے خراسان کی اس صنعت کو فروغ دیا اور کاغذ پہلے سے سستا ہو گیا۔

جب تک کاغذ دستیاب نہ تھا عموماً صاف کھالوں سے کام لیا جاتا تھا۔ مامون اور امین کی جنگ میں عوام سرکاری دفاتر کو محض اس لیے اڑا لے گئے کہ اکثر تحریریں چمڑوں پر تھیں۔ انھیں دھو کر دوبارہ برتا جا سکتا تھا۔

امراء نہایت ٹھاٹھ سے کتابیں لکھواتے تھے۔ اور انہیں مُطلّا کراتے تھے۔ خلیفہ معتضد نے ۳۱۱ ہجری میں زندیقوں کی تصنیفات کو فنا کرنا چاہا تو انہیں سپرد آتش کر دیا۔ کتابوں پر جو سونا چڑھا ہوا تھا ٹپک ٹپک کر گرنے لگا اور اس کی خاصی مقدار جمع ہو گئی۔

چھاپہ خانے نہ تھے۔ کاتب پیش قرار اجرتوں پر نقلیں تیار کرتے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ جن کے پاس اجرت کے دام نہیں ہوتے تھے خود نقل کر لیتے تھے تاہم کتابوں کی وسیع اشاعت ہوتی اور بڑے بڑے کتب خانے وجود میں آئے۔ سرکاری کتب خانوں کے علاوہ ذاتی کتب خانوں کی بھی کمی نہ تھی۔ شہر آمد کی لائبریری میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں۔ ایک وزیر ابن عباد کی لائبریری چار سو اونٹوں کا بوجھ تھی۔ مورخ واقدی کا ترکہ کتب بارہ سو آدمیوں کے اٹھانے کا تھا۔ غرض کوئی کسر نہ تھی۔

۵۔ ایک طرف مذہبی آزادی اور دوسری طرف فرقہ بندی نے علم کے بعض پہلوؤں کو فروغ دیا

جہاں تک قرآن کریم کی تفسیر کا تعلق ہے، انفرادی اور اجتماعی طور سے مختصر اور مبسوط بہت تفسیریں لکھی گئیں۔ تفسیر کی دو نمایاں قسمیں نظر آتی ہیں یعنی روایتی اور عقلی۔ روایتی تفاسیر ان علماء نے تحریر کیں جو حدیث کے قائل تھے۔ عقلی تفاسیر لکھنے والے ضروری نہیں کہ حدیث کے منکر ہوں لیکن ان کی کتابوں میں فکری نتائج کا غلبہ ہے۔ علم الکلام، تصوف، فلسفہ وغیرہ کے جدا جدا رنگ میں تفسیریں قلمبند ہوئیں۔ تفسیروں کا انبار لگ گیا۔ بعض مفسروں نے کئی کئی جلدیں تفسیر لکھیں۔

تفاسیر کے اس ضخیم سرمایہ سے صرف طبری، زمخشری اور فخر الدین رازی کی کتابیں اس وقت سالم دستیاب ہیں۔ طبری کی تفسیر روایات کا ضخیم مجموعہ ہے۔ زمخشری کی تفسیر جس کا نام الکشاف ہے لغت و عربیت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں معتزلی عقائد ہیں۔ رازی کی تفسیر کبیر میں فلسفہ کی دراز بحثیں ہیں۔ یہ تینوں تفسیریں الگ الگ دائرہ میں ہیں اور بعد کی سب تفسیروں کے لیے بنیاد کا کام دیتی ہیں۔

حدیث

اموی دور تک حدیث کا کل سرمایہ، حافظہ، تحریر میں آچکا تھا۔ عباسی عہد میں نقل و حرکت اور سیاحت کی حدود پھیلیں۔ علمائے حدیث نے شہر شہر کا چکر کاٹا اور نہایت محنت سے احادیث کو جمع کیا۔ ایک ایک محدث کو چالیس چالیس ہزار حدیثیں زبانی یاد ہو گئیں۔ ایسے بے نظیر اصحابِ کمال بھی تھے جنہیں چھ چھ سات سات لاکھ روایات نوکِ زبان تھیں۔ ان احادیث کو نئے اسلوب اور ترتیب کے ساتھ علماء نے کتابوں میں دوبارہ قلمبند کیا۔ بیسیوں مجموعے لکھے گئے جن میں مسندِ احمد بن حنبل اور صحاحِ ستّہ بہت مشہور ہیں۔ مسندِ احمد بن حنبل میں تقریباً تیس ہزار احادیث ہیں۔ صحاحِ ستّہ کے معنی ہیں چھ صحیح کتابیں یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد، جامع ترمذی اور سُنَنِ نسائی۔ ان کتابوں کے بعد چند اور کتبِ حدیث بھی تحریر ہوئیں جن میں معانی الآثار امام طحاوی، معجم طبرانی، سنن دارقطنی، مستدرکِ حاکم اور سننِ بیہقی بہت مقبول ہیں۔

فقہ

عباسی دور میں فقہ کے چار بنیادی مذاہب پایۂ تکمیل کو پہنچے یعنی مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنبلیہ۔ ان مذاہب کے بانی بنو عباس کے ابتدائی دور میں ہوئے ہیں۔ ان کے حلقہ ہائے درس قائم تھے جہاں دور دراز سے آکر ہزاروں طلبہ مستفید ہوتے تھے

فقہ علم نہایت سرعت سے شائع ہوا۔

اس دور میں فقہی اصول کو ایک فنی صورت دی گئی۔ اس سے پہلے فقہ کا فن نہایت سادہ تھا۔ اب بہت دقیقہ رسی ہوئی۔ فقہی قواعد اور مسائل پر تحریریں لکھی گئیں اور ان میں خوب بحث و تمحیص ہوئی۔ فقہ کے اصول پر سب سے پہلے واصل بن عطا معتزلی نے قلم اٹھایا۔ یہ ایک بنیادی کوشش تھی۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان میں مزید غور و خوض کیا لیکن اصول فقہ پر کوئی تحریر نہیں چھوڑی۔ البتہ فقہی مسائل کا ایک وسیع دفتر تھا۔ اصول پر کتابیں امام ابو حنیفہؒ کے بعد لکھی گئیں۔

مذاہبِ چہارگانہ کے علاوہ اور بھی کئی مذاہب تھے مثلاً ظاہریہ اور جریریہ وغیرہ لیکن جلد ہی ختم ہو گئے۔

بنو عباس کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ دیگر مذاہب بھی پوری قوت سے زندہ تھے لیکن ان کی اشاعت مقابلۃً کم تھی۔ حنفی فقہ میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں مبسوطِ امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، اصولِ بزدوی، مختصرِ قدوری، مبسوطِ سرخسی، قاضی خان کے فتاویٰ اور مرغینانی کی ہدایہ بہت مشہور ہیں۔

عباسی دور کے سے بلند پایہ فقہا بعد کے ادوار کو نصیب نہ ہو سکے۔

تاریخ

تاریخ سے اہلِ اسلام کو شروع سے شغف تھا۔ انہوں نے نہ صرف اسلام کی تاریخ لکھی بلکہ اسلام سے قبل کی تاریخ بھی نہایت جستجو سے تحریر کی۔ عجم کی تاریخوں کو تلاش کیا اور ان کے ترجمے کرائے۔

اسلامی تاریخ کے بارے میں اموی عہد میں کئی تحریریں لکھی گئیں لیکن وہ محفوظ نہ رہ سکیں۔ سیرت نبوی کے بارے میں جن لوگوں نے مستند کتابیں لکھیں ان میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ)، محمد بن اسحاق (۱۵۲ یا ۱۵۳ھ) اور ابن ہشام بہت مشہور ہیں۔ ان میں صرف ابن ہشام کی کتاب ملتی ہے۔ ابن ہشام نے زیادہ انحصار ابن اسحاق کی روایات پر کیا ہے۔

عباسی عہد میں تاریخ کی چند نہایت عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں نمایاں خوبی یہ ہے کہ صرف خلفا یا بادشاہوں کے حالات ہی محدود نہیں بلکہ ہر قابلِ ذکر ہستی کے جس قدر حالات دستیاب ہو سکے ان میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی تاریخیں عوامی تاریخیں ہیں۔

عباسی دور کے مؤرخین میں مندرجہ ذیل بہت نمایاں ہیں:

مشہور ہیں۔

میکینکس عربی نے میکینکس MECHANICS کو علم الحرکات یا علم الحیل کہتے ہیں اس فن پر [illegible] کتابوں سے ترجمہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے اسے مزید فروغ دیا۔ عباسی عہد میں ہندوستان والی [illegible] خان خال نجیّق، قطب [illegible] مسلمان ہیں۔ محمد، احمد اور حسن بنو موسیٰ نے میکینکس کی طرف خصوصی توجہ دی۔ یہ تیسری صدی ہجری میں تھے۔ انہوں نے نہ صرف رومی کتابوں کا ترجمہ کرایا بلکہ خود بھی کتابیں لکھیں۔

ریاضی دیگر علوم کی طرح ریاضی میں بھی مسلمان حکماء کو کئی بنیادی امور میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔

قرآنی تعلیمات نے مسلمانوں میں گہرے مطالعہ اور تحقیق تجزیہ کا ملکہ پیدا کر دیا تھا۔ علم ریاضی سے ان کا لگاؤ قدرتی تھا۔ وراثت کے مسائل، زمینی بندوبست، عالمگیر مالیاتی نظام اور تعلیمی سرگرمیوں نے ریاضی کے کئی دقیق اور پیچیدہ مسائل پیدا کئے۔ مسلمانوں نے ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی خاطر ریاضی میں کمال استعداد پیدا کر لی۔

مسلمان اربابِ علم نے دیس دیس کا سفر کیا اور جگہ جگہ سے علم کا سرمایہ اکٹھا کیا۔ اس کی اصلاح و تصحیح کر کے نئے اضافہ کے ساتھ دنیا کو پیش کیا۔ انہوں نے بے شک غیر اقوام سے ریاضی کا سرمایہ لیا لیکن اس میں بند ہو کر نہیں رہے۔ اس میں اجتہادی کاوشیں کیں۔ حساب، جیومیٹری، الجبرا اور علم الہیئت میں وہ بنیادی انکشافات کیں جن کے بغیر یہ علوم بے بنیاد رہ جاتے۔

۱۔ **حساب:** ہندوستان اور یونان میں علم حساب خاص ترقی یافتہ شکل میں تھا۔ مسلمان حساب دانوں نے ان دونوں ملکوں کے [illegible] کو یکجا کیا۔ [illegible] کیا ترقی کی راہ پر لگایا اور نئی شان کے ساتھ دنیا [illegible]

۲۔ **الجبرا:** اس کی ایجاد کا [illegible] باہم ہے، مخفف ہو کر جبرا بنا۔ [illegible] ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی ہے [illegible] مامون کا ہم عہد تھا اور اس کی خدمت سے وابستہ تھا۔ اس کی کتاب کا نام

عرب عقلی حساب [illegible] وغیرہ [illegible]
[illegible]
وہ اعشاریہ کے استعمال سے روشناس ہوئے۔

الخوارزمی نے [illegible] جبر و مقابلہ [illegible] سے زیادہ وجوہ وراثت کے مسائل پر کتاب جبر میں تصنیف [illegible]

عمر خیام نے الجبر میں نہایت دقیق قواعد وضع کیے۔ اس کو [illegible] آج بھی بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ **جیومیٹری**: عربی میں اسے جومطریہ، ہندسہ یا اس کے بانی اقلیدس کے نام پر اقلیدس کہتے ہیں۔ اقلیدس ایک یونانی عالم تھا۔ اس کی کتاب سب سے پہلے منصور کے عہد میں ترجمہ ہوئی۔ اس کے کئی ترجمے تھے جن میں حُنین بن اسحاق (متوفی ۲۶۰ھ) ثابت بن قُرۃ صابی (۲۸۸ھ) کا مشترکہ ترجمہ اور یوسف بن حجاج کا ترجمہ بہت مشہور ہیں۔

تعمیرات، زمین پیمائش اور علم الہیئت کے سلسلہ میں جومیٹری کی ضرورت پہلے سے بڑھ گئی۔ مسلمانوں نے اس پر کروی (SFHERICAL) جیومیٹری اور ٹرگنومیٹری (TR.GNO-METRY) کا اضافہ کیا۔ زاویوں وغیرہ کی پیمائش کے لیے نہایت عمدہ آلے ایجاد کیے۔ اس شعبۂ علم کے ماہرین میں ابوعبداللہ محمد بن جابر البتانی (۸۵۸ تا ۹۲۹ء) سرفہرست ہے۔ اس کے بعد ابو الوفا (۱۰ [illegible] تا ۹۹۸ء) نے کئی قواعد وضع کیے جو آج تک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

علم الہیئت

[illegible] قدیم سے [illegible] وقت محض تاثیرات [illegible] کا [illegible] تھا۔ لیکن علماء نے اسے تجسّس اور کاوش سے [illegible] مطالعہ فلک کی خدمت میں لگایا۔

عباسی دور میں علم ہیئت نے بہت فروغ پایا۔ [illegible] سب سے پہلے [illegible] کے عہد میں [illegible] اور ایک عالی شان رصدگاہ بھی تعمیر ہوئی۔ تحقیقات کا دامن پھیلا۔ ستاروں کی گردش

اور رفتار کا مطالعہ کیا گیا اور وقتاً فوقتاً نئی زیجیں (جنتریاں) تیار ہوئیں جو ۱۰۰ سال کی مدت
کے لیے نہایت مفید تھیں۔

ابراہیم فزاری (متوفی ۷۷۷ء) پہلا شخص ہے جس نے اصطرلاب ایجاد کی۔ اس کا بیٹا
محمد بھی ایک بلند پایہ ہیئت دان تھا۔

بتانی نے ثابت کیا کہ سورج کا مدار تغیر پذیر رہتا ہے۔

البیرونی (المتوفی ۴۴۰ھ) جو بیسیوں علوم میں فقید المثال مہارت رکھتا تھا ہیئت
میں بھی صاحب کمال تھا۔ اس نے زمین کی گولائی کا جو حساب لگایا ہے وہ جدید پیمائش سے
قریب قریب ہے۔ وہ حرکتِ زمین کا قائل ہے۔ اس نظریہ سے یورپ کے علماء تقریباً
پانچ سو برس بعد آشنا ہوئے۔

عمر خیام نے شمسی سال کا جو حساب لگایا وہ ۳۶۵ دن، ۵ گھنٹے اور ۴۹ سیکنڈ ہے یعنی جدید
اندازے سے صرف ۴۰ سیکنڈ کم۔

جغرافیہ

عربوں کو سیاحت کا بہت شوق تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں بھی دور دور تک
پہنچے۔ سویڈن سے لے کر چین تک کی دنیا چھان ڈالی۔ امریکہ میں بھی ان کے آمد
ہونے کے ثبوت فراہم ہیں۔ جہاں پیمائی کے اس جذبہ نے ان میں جغرافیہ کی لگن پیدا کی۔ اس علم
سے اعتنا کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ ڈاک کے محکمہ (برید) کے افسروں کو مملکت کے علاقوں،
مقاموں اور رستوں سے واقف ہونا بہت ضروری تھا۔ ان کی معلومات نے مرتب ہو کر جغرافیہ
کی صورت اختیار کرنی شروع کی۔ مشہور جغرافیہ دان **ابن خورداذبہ** محکمۂ برید کا افسر اعلیٰ تھا۔

جغرافیہ دانوں میں خوارزمی سر فہرست نظر آتا ہے۔ اس نے صورۃ الارض کے نام سے
ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے بعد ابن خورداذبہ کی کتاب المسالک والممالک ممتاز ہے۔ پھر
مسعودی کا نام آتا ہے جو مورخ اور سیاح تھے۔ البلخی، اصطخری، ابن حوقل، مقدسی، بیرونی
وغیرہ نے بھی دنیا کی سیاحت کی اور قابل قدر کتابیں تحریر کر گئے۔

فکری تحریکات

علم الکلام

اسلام کے مسلمہ عقائد کے ثبوت کے لیے دلائل لانے اور بحث کرنے کو علم کلام کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے آج کل APOLOGETICS کا لفظ رائج ہے۔ فلسفہ اور علم کلام کی حدیں بعد میں مل گئیں لیکن ان میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ علم کلام بلکہ ایک سادہ سا فن ہے جو شریعت کے مسلمہ عقائد کے ثبوت کی سعی کرتا ہے۔ اس کے برعکس فلسفہ کا میدان بے کنار ہے۔ اس کے سامنے مُسَلَّمہ اصول نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ نئے حقائق کی تلاش میں رہتا ہے۔ علم الکلام کا آغاز اموی ایام میں ہوگیا تھا لیکن اسے فن کی صورت میں معتزلہ نے عباسی دور میں پیش کیا۔

شروع میں اسلامی عقائد میں مین میکھ نہیں نکالی جاتی تھی اور بغیر کسی دلائل بازی کے ان پر ایمان لانا کافی سمجھا جاتا تھا لیکن جب فتوحات کا دائرہ پھیلا اور غیر عرب اقوام سے سابقہ پڑا تو دیگر مذاہب سے متاثر ہو کر بعض تعلیم یافتہ اصحاب نے عقائد اسلام کے ثبوت کے لیے عقلی دلائل کی جستجو شروع کر دی۔ اہل سنت والجماعت نے شروع میں اس طریق تبلیغ کو پسند نہ کیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کو کافی سمجھا۔ اس لیے ابتدا میں علم الکلام کے شیدائیوں کے گروہ الگ نظر آتے تھے۔ یہ لوگ حقیقت پرست تھے۔ انہوں نے عقائد کے سلسلہ میں بعض ایسے نظریات کا اظہار کیا جو نرالے تھے اور اہل السنت والجماعت کے مسلمہ عقائد سے ہٹے ہوئے۔

علم الکلام کے سلسلہ میں کئی گروہ اٹھے جن میں مندرجہ ذیل ممتاز ہوئے۔

۱۔ **جبریہ:** اس فرقہ کا ظہور اموی دور میں ہوا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان اپنے فعل میں مجبور محض ہے۔ اس کو اپنے پر کوئی اختیار نہیں۔ سب افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام میں جو ذی مرتبہ صحاب موجود تھے انہوں نے اس نظریہ کو سخت برا مانا۔ اس نظریہ کا بانی جعد بن درہم نظر آتا ہے جو ایرانی تھا۔

کوفہ کے حاکم خالد قسری نے جعد بن درہم کو ایک عید قربان کے موقع پر ذبح کروا

یہ ہشام کا عہد تھا۔ (ابن اثیر) جعد کے شاگرد جہم بن صفوان نے اس کے نظریات کی پرداخت کی۔ جہم بھی ۱۲۸ ہجری میں مارا گیا۔ جہم کے پیرو جہمیہ یا جبریہ کہلاتے ہیں۔ اموی حکومت نے ان کی بیخ کنی کی پوری سعی کی، لیکن ان کی بیخ کنی نہ ہو سکی۔

[illegible]
واللہ تعالیٰ [illegible] سے منزہ ہے۔ وہ [illegible] کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کی ذات کے علاوہ جو کچھ ہے مخلوق ہے۔ وہ بول نہیں سکتا کیونکہ بولنا صفت ہے اور خدا کی کوئی صفت نہیں۔ لہٰذا قرآن حکیم مخلوق ہے۔

قرآن حکیم کو مخلوق ماننے کا عقیدہ سب سے پہلے جعد بن درہم نے اختراع کیا (ابن اثیر عہد ہشام) اس عقیدہ کو بعد میں ایک نئے کلامی گروہ یعنی معتزلہ نے اپنے عقائد کی جان بنا لیا۔

۲۔ معتزلہ: اس گروہ کا بانی واصل بن عطا تھا۔ یہ شخص ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ عالم و فاضل اور بلند پایہ ادیب تھا۔ حسن بصری کا شاگرد تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حسن بصری کی مجلسِ درس میں آکر سوال کیا کہ گناہ کبیرہ کرنے والے مومن کی عاقبت کے بارہ میں آپ کا خیال ہے۔ حسن ابھی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ واصل بول اٹھا، میرا خیال ہے کہ وہ ایمان اور کفر کی منزلوں کے وسط میں رہے ہے۔ یہ ایک نرالا نظریہ تھا جو حسن بصری کے عقائد سے مختلف تھا۔ اس پر واصل اپنی جماعت کو لے کر مسجد میں الگ جگہ جا بیٹھا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ اِعْتَزَلَ عَنَّا وَاصِلٌ (واصل ہم سے الگ ہو گیا) ۔ اس گروہ کا نام معتزلہ (الگ ہونے والا) پڑا۔ اسی گروہ میں عمرو بن عُبَید بھی تھا جو معتزلہ کے قائدین میں شمار ہوتا ہے۔ اس نے ۱۴۴ھ میں وفات پائی۔

معتزلہ نفی صفات اور قرآن کو مخلوق کہنے میں تو جبریہ کے ہمنوا تھے، لیکن تقدیر کے مسئلہ میں ان کے مخالف تھے اور انسان کو اپنے اعمال پر قادر مانتے تھے۔ اس لیے معتزلہ کو قدریہ بھی کہا جاتا تھا۔ جبریہ اور قدریہ دونوں کا رشتہ اہل سنت و الجماعت سے جو جبر اور قدر کے درمیان اعتدال کا مسلک رکھتے ہیں الگ ہے۔

کلامی فرقوں میں سب سے زیادہ شہرت پانے والے معتزلہ ہیں۔ ان کے عقائد مختصراً حسب ذیل تھے۔

ہوگیا۔ وہ پہلے ہی عقلیت پرست تھا۔ معتزلہ کی عقلی موشگافیوں سے مسحور ہوکر رہ گیا۔ اس نے ایک معتزلی پیشوا احمد بن ابی دُوَاد کو اپنا وزیر بنا لیا۔

اعتزال کی گرم بازاری کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ دولتِ عباسیہ میں جب یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آگئے اور سب قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات کو عام آزادی ملی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ پارسی، عیسائی، یہود، زنادقہ، ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور فتوحاتِ اسلام کے آغاز میں ان کو جو صدمہ اسلام کی تلوار سے پہنچا تھا اس کا انتقام قلم سے لینا چاہا۔ عقائد و مسائلِ اسلام پر اس آزادی اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے اعتقاد متزلزل ہوگئے (الکلام شبلی)۔ مامون نے خیال کیا کہ اس خطرے کا مقابلہ صرف معتزلہ کے زور سے ہو سکتا ہے[1] اس لیے ان کا گرویدہ ہو گیا۔

مامون نے اس عقیدہ کو کہ قرآن مخلوق ہے بہ زورِ شمشیر رائج کرنا چاہا۔ علمائے حق پر مصائب کے پہاڑ توڑے۔ امام احمدؒ ایسی ہستیوں کو پابۂ سلاسل کیا گیا اور کوڑے مارے گئے۔ مامون نے جو کسر چھوڑی تھی وہ اس کے جانشین معتصم نے پوری کی۔ خلیفہ واثق کے عہد میں بھی اعتزال کی جابرانہ اشاعت جاری رہی۔ متوکل خلیفہ ہوا تو پھر کہیں یہ سلسلہ ختم ہوا۔ وہ اہلِ سنت والجماعت سے تھا۔ اس نے معتزلہ کا تسلط اٹھایا۔ اس کے بعد اس گروہ کو جس نے عقل کے نام پر عقل کا گلا گھونٹ دیا تھا پھر اتنا زور نصیب نہ ہوا۔ اس کی تعداد گھٹتی گئی۔ عباسی دور کے اواخر میں اس کا نشان بہت کم ملتا ہے۔ اشعریہ اور ماتریدیہ نے ان کے رہے سہے وجود کو بھی ختم کر دیا۔

معتزلہ کئی گروہوں میں بٹے۔ بقولِ علامہ شبلی جس کے مونہہ سے جو بات نکلی وہ مذہب بن گئی۔ ان کے بعض نظریات بہت مزے کے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ عقل مند اور عالم شخص پر ظلم نہیں کر سکتا لیکن بچوں اور پاگل پر ظلم کر سکتا ہے[2]۔ ان کا ایک گروہ تناسخ کا قائل تھا[3]۔ ان میں نظریاتی اختلاف بہت تھا لیکن خلقِ قرآن کے مسئلہ میں متفق تھے۔ ان میں بعض بلند پایہ علماء بھی پیدا ہوئے جو اپنے عقائد سے قطع نظر اہلِ سنت والجماعت میں بھی احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے

---

[1] الملل والنحل شہرستانی صفحہ ۸۰ [2] شہرستانی صفحہ ۸۳ ذکر فرقہ خابطیہ [3] صفحہ ۳۵ ذکر اسکافیہ

نہیں دے گا۔

فلسفہ: [illegible] اسلام میں فلسفہ [illegible] اہلِ اسلام نے ابتدا میں [illegible] یونانی فلسفہ [illegible] سے متاثر ہونے لگے۔ شروع میں [illegible] یونانی فلسفہ کی آمیزش سے مبرّا نہ تھی۔ تاہم [illegible] انھوں نے فلسفہ میں پہل کی [illegible] اپنے نام پوشیدہ رکھے [illegible] اصحاب کے نام معلوم نہیں ہیں۔ یہ لوگ اخوان الصفا (دل کی صفائی والے) کہلاتے ہیں۔ ان کا مرکز بصرہ میں تھا۔ اسماعیلیہ کا دعویٰ ہے کہ ان رسائل کے مصنف امام احمد بن عبداللہ بن محمد مستور تھے۔

فلسفہ جو طویل انتظار کے بعد اہلِ اسلام کی بزمِ علم میں بار حاصل ہوا۔ جن اصحاب نے اس فن پر توجہ کی ان کے سامنے صرف دینی خدمت تھی۔ وہ فلسفہ زدہ قوم کے خلاف فلسفہ کا محاذ قائم کر کے ان کو مناظرہ کے میدان میں شکست دینا چاہتے تھے۔

فلسفہ کی حیثیت قرآن و حدیث کے سامنے ہمیشہ ثانوی رہی ہے تاہم ایسے فلسفہ دان تھے جن کا مرتبہ یورپ میں بھی تسلیم کیا گیا لیکن خالص فلسفہ کو چونکہ اسلام میں کوئی جگہ حاصل نہیں اس لیے مسلمان علمائے فلسفہ کی تعداد کم ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل علماء کو امتیاز حاصل ہے:-

کندی: عرب نژاد تھا۔ اسلامی فلسفہ کا بانی ہے۔ اس کو فیلسوف العرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس نے افکار خدمت سر انجام دیں۔ ۸۷۰ء میں وفات پائی۔

فارابی: ۹۵۰ء۔ ترک تھا۔ کئی علوم کا جامع تھا۔ اس نے کچھ سیاسی نظریات بھی پیش کیے۔

ابنِ مسکویہ: فلسفۂ اخلاق کا بانی ہے۔

ابنِ سینا: ایرانی تھا۔ اس کی کتابوں میں قانون، شفا اور اشارات معروف ہیں۔ مغربی فلسفہ کے مقابل مشرقی فلسفہ کی برتری دکھانے کے لیے اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انصاف تھا۔ اس کا ذہن نہایت صاف تھا۔ اس نے فلسفہ کے کئی پوشیدہ

اُسے بے نقاب کیے۔ اسے فلسفہ میں معلم ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۹۵۰ء میں وفات پائی۔

امام غزالی : شروع میں فلسفہ کے حامی تھے بعد میں اس کے خلاف ہو گئے اور تہافۃ الفلاسفہ نام ایک کتاب لکھی۔

ابن رُشد : سپین کا باشندہ تھا۔ یورپ میں فلسفہ کا امام سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تصانیف کے کئی ترجمے ہوئے۔ اس نے امام غزالی کی تہافۃ الفلاسفہ کے رد میں تہافۃ التہافہ لکھی۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی : فلسفہ کی ذاتیت کا قائل ہے لیکن چونکہ طبعی علوم میں بہت مہارت رکھتا تھا اس لیے اس کی فکری پرواز تجرباتی حقائق سے آزاد نہیں۔

تصوّف

تصوف کے متعلق قطعیت سے بتانا مشکل ہے کہ اس کی ابتدا کب ہوئی۔ بہر حال صوفیہ کا وجود دوسری صدی ہجری میں ملتا ہے۔ ان کا ایک خاص فلسفۂ حیات تھا۔ وارداتِ قلب ان کی فکر کا خاص محور تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور موجودات سے اس کے ربط اور فنا و بقا کے بارے میں انھوں نے بہت غور و خوض کیا ہے۔

صوفیہ میں دو گروہ صاف نظر آتے ہیں۔ ایک تو وہ معتدل مزاج لوگ تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ اسلام دنیا کی رنگینیوں میں کھو نہ جائیں لیکن ایک گروہ غالی صوفیہ کا بھی تھا جس کے خلاف علمائے شریعت بالخصوص حنابلہ نے سختی سے قدم اٹھایا۔

روحانی تربیت کے لیے بعض صوفی رہنماؤں نے اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں الگ الگ دبستان قائم کیے جن میں چار مشہور ترین ہیں یعنی

۱۔ **چشتیہ :-** چشت افغانستان کے ایک قصبہ کا نام ہے جہاں ایک روحانی تحریک نے جنم لیا [illegible]
[illegible]

۲۔ **قادریہ :-** اس روحانی سلسلہ کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۷۰ھ تا ۵۶۱ھ) ہیں۔ آپ غوث اعظم اور پیران پیر کے القاب سے مشہور ہیں۔ آپ کو سب اولیاء نے سرتاج تسلیم کیا۔

۳۔ **سُہروردیہ :-** یہ سلسلہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (۵۳۹-۶۳۲ھ)

مذہبی فرقے

اہل السنت والجماعت

[illegible] اجماع کو دین میں قرآن و حدیث کے بعد حجت مانتے ہیں۔ ان کے ہاں اجماع سے وحدت و جمعیت حاصل ہے۔ وہ اکثریت کے فیصلہ کو بشرطیکہ قرآن، سنت اور اجماع صحابہؓ کے مخالف نہ ہو، قابلِ پیروی سمجھتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت میں چار اہم فقہی گروہ ہیں: حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ۔ ان کے اختلافات صرف فروعی ہیں۔ اصولاً سب متحد ہیں۔ یہ چاروں اہل السنت والجماعت سے ہیں۔

خوارج

جنگ صفین کے بعد حضرت علیؓ کی فوج سے ایک گروہ خارج ہو کر الگ ہو بیٹھا۔ انہوں نے عجیب و غریب عقائد کا اظہار کیا۔ یہ لوگ خوارج کہلائے۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی جس میں ان کی ایک کثیر تعداد کام آئی لیکن ان کے عقائد نہ مٹے۔ اموی دور میں آئے دن نئے زوروں کے ساتھ اٹھتے رہتے۔ حکومت کے خلاف ان کی سرگرمیاں کبھی ماند نہ ہوئیں۔ انہوں نے چند مقامات میں عارضی حکومتیں بھی قائم کر لیں۔ عباسی دور میں ان کا زور بہت گھٹ گیا تاہم ایک عرصہ تک ان کی ایک خاص تعداد موجود رہی۔

خوارج نہایت زہد پسند اور عبادت گزار ہوتے تھے لیکن ازبس تنگ نظر اور سنگ دل تھے۔ ایمان، کفر اور شرک کے معانی میں بہت غور و خوض کرتے تھے۔ ان معانی کی تعیین میں خود ان کے درمیان بھی بہت اختلافات ہوئے جن کے سبب ان کی کئی شاخیں بن گئیں مثلاً ازارقہ، النجدات، بیہسیہ، عجاردہ، اباضیہ، یزیدیہ، صفریہ وغیرہ۔

خوارج گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو مشرک کہتے تھے لہٰذا جس شخص کا کوئی فعل ان کی نگاہ میں خلافِ اسلام ہوتا اسے مشرک گردان کر فوراً اس کے قتل کے درپے ہو جاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے بھی بعض غلطیاں منسوب کر کے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کا قاتل ایک خارجی ہی تھا۔

خوارج کی زیادہ تر تائید بدوی اعراب پر ہوتی تھی۔ اس لیے ان کا عقیدہ تھا کہ اصولاً امام وقت کی ضرورت ہی نہیں۔ عوام کو چاہیے کہ حسبِ ضرورت مشورے سے اپنے قضیے خود طے کر لیں۔ اگر امام کا مقرر کرنا ضروری ہی ہو تو اس کے لیے قرشیت شرط نہیں۔ وہ کسی قوم سے بھی منتخب ہو سکتا ہے۔ جب تک امام درست رہے اس کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ وہ اپنی سیرت بدل ڈالے تو اس کو معزول یا قتل کر دینا چاہیے۔

خوارج جس شخص کے درپے ہوتے پہلے اسے توبہ کرنے کو کہتے تھے۔ وہ توبہ کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اگر بعد میں خیال ہوتا کہ یہ توبہ غلط تھی تو اس توبہ سے بھی توبہ کراتے تھے اور خود بھی توبہ کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں مخالفین کے معصوم بچوں کا قتل بھی جائز تھا[۱]

شیعہ شیعہ کے لفظی معنی گروہ یا جماعت کے ہیں۔ اصطلاح میں شیعہ سے مراد وہ اصحاب ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حق دار حضرت علیؓ تھے اور حضرت علیؓ کے بعد ان کی اولاد۔ شیعہ کے کئی گروہ ہوئے جن میں زیدیہ، اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ بہت مشہور ہیں البتہ عباسی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں ہاشمیہ کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

شیعہ میں مندرجہ ذیل گروہ بہت اہم ہیں۔

۱۔ **ہاشمیہ:۔** یہ لوگ ابو ہاشم بن محمد بن الحنفیہ کے پیرو ہیں۔ حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن الحنفیہ کو امام مانتے ہیں اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ کی امامت کے قائل ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ ابو ہاشم عبداللہ نے امامت محمد بن علی بانیِ تحریکِ عباسیہ کو منتقل کی[۲]۔ ان لوگوں نے عباسی تحریک کے قیام میں بہت مدد دی۔

۲۔ **زیدیہ:۔** یہ لوگ حضرت زید بن زین العابدین علی کی امامت کے معتقد ہیں۔ ان کے

---

[۱] خوارج کے عقائد کے لیے دیکھو الملل والنحل شہرستانی۔

[۲] الملل والنحل شہرستانی۔

عقیدہ کے اہم اجزا یہ ہیں:-

۱- ہر فاطمی جو عالم، زاہد، شجاع اور سخی ہو امام ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ حضرت حسنؓ کی اولاد سے ہو یا حضرت حسینؓ کی۔

۲- حضرت علیؓ افضلِ صحابہ تھے مگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت درست تھی کیونکہ اس میں امت کی فلاح تھی۔

۳- حضرت یحییٰ بن زید کے بعد جنہوں نے ولید ثانی کے عہد میں شہادت پائی ان کا منصب امام محمد اور ابراہیم کو تفویض ہوا جو [illegible] منصور کے مقابلے میں اٹھے اور شہادت پا گئے۔

طبرستان میں جو علوی حکومت قائم ہوئی وہ زیدیہ کی تھی۔ بنو بویہ بھی زیدی شیعہ تھے۔

۴- اثنا عشریہ:- اس وقت اہلِ تشیع میں اکثریت اثنا عشریوں کی ہے۔ ان کے عقیدہ کی رو سے امامت نبوت کی طرح منصبِ الٰہی ہے۔ جس طرح خداوند عالم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نبوت و رسالت کے جلیل القدر عہدہ کے لیے منتخب کرتا ہے اسی طرح امامت کے عہدہ میں بھی کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ رب العزت خود نبی کو حکم دیتا ہے کہ وہ شخصِ منتخب کی امامت کا اعلان کر دے۔ پیغمبر حسب الحکم فرائضِ شریعت کی تکمیل کے لیے نص کے ذریعے اس چنی ہوئی ہستی کو خلق کا پیشوا بنا دیتا ہے۔ نبی اور امام میں فرق صرف یہ ہے کہ نبی پر وحی نازل ہوتی ہے اور امام خصوصی توفیق کے ساتھ رسول سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ امامت کا حق حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا تھا۔ ان میں بارہ امام یکے بعد دیگرے بصریح نص سے مامور ہوتے رہے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱- حضرت علیؓ (متوفی ۴۰ھ)

۲- حضرت حسنؓ بن علیؓ (۳ - ۴۹ھ)

۳- حضرت حسینؓ بن علیؓ (۴ تا ۶۱ھ)

---

[1] شہرستانی ۔ اصل و اصول شیعہ (اردو) ترجمہ [illegible] محمد حسین

۴- حضرت زین العابدین علی بن حسینؓ (۳۸ تا ۹۲ یا ۹۴ھ)

۵- حضرت محمد باقر بن علی (۵۷ تا ۱۱۴ھ)

۶- حضرت جعفر صادق بن محمد باقر (۸۰/۸۳ تا ۱۴۸ھ)

۷- حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق (۱۲۸/۲۹ تا ۱۸۳/۱۸۶ھ)

۸- حضرت علی الرضا (متوفی ۲۰۳ھ)

۹- حضرت محمد التقی (متوفی ۲۲۰ھ)

۱۰- حضرت علی النقی بن محمد (متوفی ۲۵۴ھ)

۱۱- حضرت حسن العسکری الزکی (متوفی ۲۶۰ھ)

۱۲- حضرت محمد المہدی المنتظر

آخری امام حضرت محمد المہدی کے بارہ میں اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ آپ دنیا کی نگاہوں سے غائب ہوگئے ہیں لیکن زندہ ہیں اور قیامت کے نزدیک ظہور فرمائیں گے، ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کی اصلاح کرکے اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اثنا عشریہ غالی گروہوں مثلاً خطابیہ اور غرابیہ وغیرہ کو ملحد قرار دیتے ہیں[1] عباسی دور میں کئی نیم مختار سلطنتیں شیعی تھیں۔

۴- **اسماعیلیہ:-** اہلِ تشیع میں مختلف گروہ بالعموم ائمہ کرام کی تعیین کے بارہ میں اختلاف سے اٹھے۔ امام جعفر صادق کے بعد بھی ایک ایسا ہی اختلاف ظہور میں آیا جس سے اسماعیلیہ کی بنا پڑی۔ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر صادقؒ کے بعد امامت کے حق دار جناب موسیٰ کاظم نہ تھے۔ امام جعفر نے ہدایتِ خداوندی [illegible] امام [illegible] گروہ [illegible] تھا یہ نامزدگی منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] پہلے [illegible] فرزند [illegible] [illegible] اسماعیلیہ کہلا[illegible] گروہ کو [illegible] کیونکہ [illegible]

۱؎ [illegible] شیعہ صـ۲۲ ۲؎ سروے آف اسماعیلزم صـ۲۳

زمانت مستور، زمانت ظہور۔ اماموں کو باری باری دور ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کا ایک دوسرا نام باطنیہ بھی ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے اور ہر تنزیل کی ایک تاویل ہے۔[1] ان کے باطنیہ کہلانے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اپنے بعض نظریات، چند کتب اور کچھ واقعات کے بارہ میں بہت محتاط رہے اور انہیں عوام سے پوشیدہ رکھا۔

امام محمد بن اسماعیل نے اپنی دعوت کا آغاز خفیہ تنظیم سے کیا۔ آپ دعوت کے سلسلہ میں ہمیشہ پابرکاب رہے۔ آپ کی زندگی کے انجام کے بارہ میں کوئی خبر نہیں تھی۔ اس لیے آپ کو امام مکتوم یا مستور (پوشیدہ) کہا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ ائمہ مستور کا پہلا دور شروع ہوتا ہے۔[2] اسماعیلی عقیدہ کی رو سے ہر مستور امام کا **حجت** (دلیل) ہوتا ہے جو عوام اور امام مستور کے درمیان واسطہ کا کام دیتا ہے اور تبلیغ کو جاری رکھتا ہے۔ امام محمد کے حجت **میمونؒ القداح** تھے جو سلمان فارسی کی پانچویں پشت سے تھے۔ امام محمد کے بیٹے عبداللہ کی جان بنو عباس کی طرف سے خطرہ میں تھی اس لیے ان کو بچانے کے لیے کئی داعی مقرر تھے جن کو **حاجب** کہا جاتا تھا۔ یہ سب عبداللہ کہلاتے تھے انہی میں عبداللہ بن محمد کے حجت عبداللہ بن میمون بھی تھے۔ (جنہیں غلطی سے اسماعیلیت کا بانی کہا جاتا ہے)۔ امام عبداللہ نے سلمیہ میں ٹھکانہ کیا۔ یہ ان کا دارالہجرت اور مرکز دعوت تھا۔ امام عبداللہ کے بیٹے احمد کے عہد میں دعوت خوب پھیلی۔ عباسی حکومت روبہ زوال تھی۔ اسماعیلیت کو رنگ دوبارہ لانے کا موقع ملا۔ یمن میں **ابن حوشب** داعی نے خوب قدم جمائے۔ سندھ میں اسماعیلیت کی ایک مضبوط حکومت قائم ہوئی اور افریقیہ [illegible] سے قبول حاصل ہوا۔[3]

عبداللہ بن میمون کے پوتے عبیداللہ بن حسین کچھ مدت امام حسین بن احمد کے حجت رہے بعد میں ان کے بیٹے [illegible] کے پوتے ابوالقاسم محمد کے حجت ہوئے۔ یہ عبیداللہ بن حسین

---

[1] شہرستانی ص [illegible]، سروے آف اسماعیلزم [illegible]

[2] عبیداللہ المہدی از حسن ابراہیم۔ سروے آف اسماعیلزم ص [illegible]

[3] عبیداللہ المہدی از حسن ابراہیم۔ سروے آف اسماعیلزم ص [illegible]

کہ یہی وہ ابن صباح کے اطاعت مندوں نے بڑی بڑی ہستیوں پر تیغ و خنجر کی آزمائش کی۔ سلجوقیوں نے ان کا زور توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔

حسن بن صباح کے بارے میں جو محیر العقول شعبدے بتائے جاتے ہیں وہ محض تخیل کی پیداوار نظر آتے ہیں۔ اس کی جنت کے قصے بھی من گھڑت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیرووں کو حشیش (بھنگ) پلاتا تھا جس سے مخمور ہو کر وہ فدویت کے کرشمے انجام دیتے تھے لہٰذا تاریخ میں ابن صباح کی جماعت کا نام حشیشین (بھنگ نوش) مشہور ہوا۔ کہتے ہیں کہ انگریزی لفظ ASSASIN (قاتل) اسی سے نکلا ہے لیکن یہ درست ہے کہ بھنگ کی تاثیر بہادر و ہوشیار بنانا نہیں بلکہ بزدل اور مخبوط الحواس کرنا ہے۔ حسن بن صباح نے ۵۱۸ھ میں وفات پائی۔

الموت کا قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ دشوار گزار پہاڑیوں میں واقع ہونے کی وجہ سے ناقابل تسخیر تھا۔ اس کے نواح میں باطنیہ کے اور بھی کئی مضبوط قلعے تھے۔ یہاں اسماعیلی حکومت تقریباً ۱۷۰ برس (۴۸۳ تا ۶۵۴) تک قائم رہ کر تاتار کے ہاتھوں ختم ہوئی۔[۱]

الموت ہی میں اسماعیلیہ کی شاخ نزاریہ پھوٹی اور پروان چڑھی۔ نزاریہ کی بنیاد پڑنے کا قصہ یہ ہے کہ فاطمی خلیفہ مستنصر کے بعد اس کے بیٹے نزار سے مستعلی نے حکومت چھین لی اس پر حسن بن صباح نے قاہرہ سے ناطہ توڑ لیا۔ کسی طرح نزار کے کم سن پوتے کو منگوا لیا جس نے امام مستور کی حیثیت اختیار کی۔ نزاری ائمہ نے کچھ مدت بعد طاقت فراہم کر کے ظہور کیا۔ تاتار کے ہاتھوں جو امام مارا گیا وہ رکن الدین خورشاہ تھا۔ اسماعیلیہ کا آغا خانی فرقہ نزاری ہی ہے۔[۲]

اسماعیلی گروہ میں نزاریہ کے علاوہ مُستعلیہ اور دَرُوزی بھی بہت مشہور ہیں۔ مُستعلیہ خلیفہ مستعلی کی اولاد کو مانتے ہیں۔ ہند اور پاکستان کے بوہرے اسی فرقے سے ہیں۔ دروزی جو شام میں آباد ہیں خلیفہ حاکم کو خدا مانتے ہیں۔

اعتقاد اور تاریخی روایات کے اختلاف سے اسماعیلیہ کی کئی شاخیں ہو گئیں۔ ان میں بعض

---

[۱] ذہبی اور ابن کثیر کے متفرق بیان

[۲] بریٹ سروے آف اسماعیلزم

صَفّاریّہ (۲۵۲-۲۹۱)

یعقوب بن لیث (۲۵۲-۲۶۵) عمرو بن لیث (۲۶۵-۲۹۰)، طاہر بن محمد بن عمرو لیث (۲۸۸-۲۹۳)

طُولُونیّہ (۲۵۴-۲۹۲)

احمد بن طولون (۲۵۴-۲۷۰)، خمارویہ بن احمد (۲۷۰-۲۸۲)، حبیش بن خمارویہ ۲۸۲-۲۸۳، ہارون بن خمارویہ (۲۸۳-۲۹۲) شیبان بن احمد بن طولون (۲۹۲)،

سامانیہ (۲۶۱-۳۸۹)

نصر بن احمد بن اسد (۲۶۱-۲۷۹)، اسماعیل بن احمد (۲۷۹-۲۹۵)، احمد بن اسماعیل (۲۹۵-۳۰۱) نصر ثانی بن احمد (۳۰۱-۳۳۱) نوح اول بن نصر (۳۳۱-۳۴۳)، عبد الملک اول بن نوح (۳۴۳-۳۵۰) منصور اول بن نوح (۳۵۰-۳۶۶)، نوح ثانی بن منصور (۳۶۶-۳۸۷)، منصور ثانی بن نوح (۳۸۷-۳۸۹) عبد الملک ثانی بن نوح (۳۸۹)

بنو حمدان (۲۹۳-۴۰۲)

ا۔ موصل میں :- (۲۹۳-۳۸۰)

عبد اللہ بن حمدان بن حمدون (۲۹۳-۳۱۷) قتل، ناصر الدولہ حسن بن عبد اللہ (۳۱۷-۳۵۸) بیٹوں نے معزول کیا۔ ابو تغلب بن ناصر الدولہ (۳۵۸-۳۶۹)، ابو طاہر بن ناصر الدولہ ۳۶۹-۳۸۰

۲۔ حلب میں :- (۳۳۳-۴۰۲)

سیف الدولہ علی بن عبد اللہ بن حمدان (۳۳۳-۳۵۶)، سعد الدولہ بن سیف الدولہ (۳۵۶-۳۶۶ و ۳۶۷-۳۸۱) سعید الدولہ بن سیف الدولہ (۳۸۱-۳۹۲)

بنو فاطمہ ۲۹۶-۵۶۷

عبیداللہ مہدی (۲۹۷-۳۲۲)، ابوالقاسم القائم بامر اللہ (۳۲۲-۳۳۴)، المنصور باللہ (۳۳۴-۳۴۱)، المعز لدین اللہ (۳۴۱-۳۶۵) العزیز باللہ (۳۶۵-۳۸۶)، حاکم بامر اللہ (۳۸۶-۴۱۱)، الظاہر لدین اللہ (۴۱۱-۴۲۷)، المستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷)، المستعلی باللہ (۴۸۷-۴۹۵)، الآمر باحکام اللہ (۴۹۵-۵۲۴)، الحافظ لدین اللہ (۵۲۴-۵۴۴)، الظافر بامر اللہ (۵۴۴-۵۴۹)، الفائز باللہ (۵۴۹-۵۵۵)، العاضد لدین اللہ (۵۵۵-۵۶۷)

زیاریہ (۳۱۵-۴۷۰)

مرداویج بن زیار (۳۱۵-۳۲۳) وشمگیر بن زیار (۳۲۳-۳۵۷)، ظہیر الدولہ بہستون بن وشمگیر (۳۵۷-۳۶۶) قابوس بن وشمگیر (۳۶۶-۴۰۳)، منوچہر بن قابوس (۴۰۳-۴۲۰)، دارا بن منوچہر (۴۲۰)، انوشیروان بن منوچہر (۴۲۰-۴۴۱) قابوس ثانی بن دارا (۴۴۱-۴۶۲)، گیلان شاہ (۴۶۲-۴۷۰)

بنو حسنویہ (۳۱۹-۴۰۵)

حسنویہ بن حسین (۳۱۹-۳۶۹)، بدر بن حسنویہ (۳۶۹-۴۰۵)

بنو اخشید (۳۲۳-۳۵۸)

محمد بن طغج بن جف (۳۲۳-۳۳۴) انوجور بن اخشید (۳۳۴-۳۴۹)، علی بن اخشید (۳۴۹-۳۵۵) ابوالمسک کافور مولیٰ اخشید (۳۵۵-۳۵۷)، احمد بن علی بن اخشید (۳۵۷-۳۵۸)

آلِ بُوَیہ (۳۳۴-۴۴۷)

عماد الدولہ ابوالحسن علی (۳۳۲-۳۳۸) معز الدولہ (۳۳۴-۳۵۶) عز الدولہ بختیار بن معز الدولہ

۳۵۶-۳۶۷ عضد الدولہ بن رکن الدولہ (۳۶۷-۳۷۲) صمصام الدولہ بن عضد الدولہ (۳۷۲-۳۷۶)، شرف الدولہ (۳۷۶-۳۷۹)، بہاؤ الدولہ (۳۷۹-۴۰۳)، سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۰۳-۴۱۲) مشرف الدولہ بن بہاء الدولہ ۴۱۲-۴۱۶ جلال الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۱۶-۴۳۵) ابو کالیجار بن سلطان الدولہ (۴۳۵-۴۴۰)، ملک رحیم ۴۴۰-۴۴۷۔

(مندرجہ بالا سنین نقطۂ ابتدا امارت سے متعلق ہیں)

بنو شاہین (۳۳۸-۴۰۸)

عمران بن شاہین (۳۳۸-۳۶۹)، حسن بن عمران (۳۶۹-۳۷۲) ابوالفرج محمد بن عمران (۳۷۲-۳۷۳) ابوالمعالی بن حسن (۳۷۳-۳۷۶) مہذب الدولہ علی بن نصر بن ابوالحسن (۳۷۶-۴۰۸)، ابوالحسن احمد بن مہذب الدولہ (۴۰۸)، محمد بن الحسن (۴۰۸)

غزنویہ (۳۵۱-۵۸۲)

الپتگین ( ) ابو اسحاق ( ) سبکتگین (۳۶۶-۳۸۷) اسماعیل (۳۸۷-۳۸۸) محمود بن سبکتگین (۳۸۸-۴۲۰) محمد بن محمود (۴۲۱) مسعود بن محمود (۴۲۱-۴۳۲) مودود بن مسعود (۴۳۲-۴۴۰) مسعود بن مودود (۴۴۰) ابوالحسن علی بن مسعود (۴۴۰) عبدالرشید بن محمود (۴۴۰-۴۴۴) فرخ زاد بن مسعود (۴۴۴-۴۵۱) ابراہیم بن عبدالرشید (۴۵۱-۴۹۲) مسعود بن ابراہیم (۴۹۲-۵۰۸)، شیرزاد بن مسعود (۵۰۸-۵۰۹)، ارسلان شاہ بن مسعود (۵۰۹-۵۱۲) بہرام شاہ بن مسعود (۵۱۲-۵۴۷)، خسرو شاہ بن بہرام شاہ (۵۴۷-۵۵۵) خسرو ملک بن خسرو شاہ (۵۵۵-۵۸۲)،

بنو عُقَیل (۳۸۰-۴۸۹)

محمد بن مسیب (۳۸۰-۳۸۶) حسام الدولہ المقلد بن مسیب (۳۸۶-۳۹۱) قتل) معتمد الدولہ قرواش بن حسام الدولہ (۳۹۱-۴۴۲) زعیم الدولہ بن حسام الدولہ (۴۴۲-۴۴۳) علم الدولہ ابوالمعالی قرواش بن بدران بن حسام الدولہ (۴۴۳-۴۵۳) شرف الدولہ مسلم بن قرواش (۴۵۳-

کتابت

عربی

تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر، تاریخ ابن کثیر، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ الخلفاء سیوطی، تاریخ ابن خلدون
فتوح البلدان، الفخری از ابن طقطقی، مروج الذہب مسعودی، دول الاسلام ذہبی، دول الاسلام دحلان
دول الاسلام صدقی، دول الاسلام فخر رازی، النجوم الزاہرہ سیوطی، النجوم الزاہرہ تغری بردی، شذرات
الذہب، اتعاظ مقریزی، عیون الاخبار ابن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ، فوات الوفیات، حسن المحاضرۃ
دولت آل سلجوق اصفہانی، کتاب الروضتین شہاب الدین، کتاب الوزراء جہشیاری، تاریخ القضاۃ ابن
عرنوس، احکام السلطانیہ ماوردی، الفہرست ابن الندیم، تاریخ ابن العبری، الملل والنحل شہرستانی، عصر
المامون ڈاکٹر رفاعی، الفاطمیون فی مصر، عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم، محاضرات خضری، ظہر الاسلام
مستطرف، تحفۃ المجالس سیوطی، معجم البلدان۔

اردو

تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی۔
اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون از حکیم احمد حسن
المامون شبلی
رسائل شبلی
اصل و اصول شیعہ از علامہ محمد حسین
تعارف قرآن و حدیث و فقہ از شیخ محمد اقبال۔

انگریزی

ہسٹری آف سیراسینز امیر علی۔
تاریخ ہٹی
رائز آف دی فاطمڈز، سروے آف اسماعیلزم از آئیوانو۔
کروسیڈز از کوسٹن
کروسیڈز اِن دی ویسٹ از سٹیونسن
آؤٹ لائنز آف میڈیول ہسٹری وزاورش
انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

سلطان شاہ بن ارسلان (۵۶۸) علاء الدین تکش بن ارسلان (۵۶۸ - ۵۹۶) علاء الدین ثانی محمد بن تکش (۵۹۶ - ۶۱۷) جلال الدین بن علاو الدین (۶۱۷ - ۶۲۸)

ایوبیہ (۵۶۴ - ۶۵۷)

صلاح الدین ایوبی (۵۶۴ - ۵۸۹) کی حکومت تین بیٹوں پر تقسیم ہوئی۔ الملک الافضل (۵۸۹ - ۶۲۲) الملک العزیز (۵۸۹ - ۵۹۵) الملک الظاہر غیاث الدین غازی (۵۸۹ - ۶۱۳) الملک المنصور بن عثمان صلاح الدین کا بھتیجا (۵۹۵ - ۵۹۶)

الملک العزیز بن الملک الظاہر (۶۱۳ - عزل و وفات) الملک العادل جو صلاح الدین کا بھائی تھا اس نے صلاح الدین کے بیٹوں سے ملک چھینا (۵۹۷ - ۶۱۵) الملک الکامل محمد بن الملک العادل (۶۱۵ - ۶۳۵) الملک العادل ابوبکر بن الملک الکامل (۶۳۵) الملک الصالح نجم الدین ایوب بن الملک الکامل (۶۳۵ - ۶۴۷) الملک المعظم توران شاہ بن نجم الدین (۶۴۷ - ۶۴۸ قتل) شجرۃ الدر (۶۴۸) الملک الاشرف موسیٰ (۶۴۸ - ۶۵۷)

مُرابطین (۴۶۲ - ۵۴۲)

یوسف بن تاشفین (۴۶۲ - ۵۰۰) علی بن یوسف (۵۰۰ - ۵۳۵) تاشفین بن علی (۵۳۵ - ۵۳۹) اسحاق بن علی (۵۳۹ - ۵۴۲)

مُوَحِّدین (۵۱۴ - ۶۶۸)

محمد بن تُومرت (۵۱۴ - ۵۲۴) عبدالمومن (۵۲۴ - ۵۵۸) محمد بن عبدالمومن (۵۵۸) ابو یعقوب یوسف بن عبدالمومن (۵۵۸ - ۵۸۰) یعقوب بن یوسف (۵۸۰ - ۵۹۵) محمد بن یعقوب (۵۹۵ - ۶۱۱) یوسف بن محمد (۶۱۱ - ۶۲۰) ابو محمد عبدالواحد (۶۲۰ - ۶۲۱) ابو محمد العادل (۶۲۱ - ۶۲۴) ادریس المامون (۶۲۴ - ۶۳۰) سعید (۶۳۰ - ۶۴۲) عمر (۶۴۲ - ۶۶۵) واثق (۶۶۵ - ۶۶۸)